قرآن فہمی بذریعہ خط و کتابت کورس

گھر بیٹھے قرآن کی ابدی تعلیمات سے آگاہی اور عربی زبان کے بنیادی قواعد سیکھنے کا

نادر موقع !

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام اپنی نوعیت کے 3 منفرد

خط و کتابت کورسز میں داخلے جاری ہیں

1) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی

قرآن کی ابدی ہدایت سے استفادے کے نقطۂ نگاہ سے یہ نہایت مفید اور مؤثر کورس ہے۔ اس کورس کے لئے اعانتی مواد مطبوعہ شکل میں بھی دستیاب ہے' مزید برآں 44 آڈیو کیسٹ کے سیٹ کی صورت میں اور کمپیوٹر CD کی صورت میں بھی اعانتی مواد فراہم کیا جا سکتا ہے۔

2) عربی گرامر خط و کتابت کورس (I' II' III)

قرآن و حدیث کی زبان یعنی عربی سے واقفیت کے لئے اس کے قواعد کو جاننا بہت ضروری ہے۔ عربی گرامر کورس مرکزی انجمن کی شائع کردہ کتاب آسان عربی گرامر کے تین حصوں پر مشتمل ہے جس میں عربی گرامر کے تقریباً تمام ضروری قواعد کا احاطہ کیا گیا ہے۔

3) ترجمہ قرآن حکیم کورس

یہ کورس خصوصی طور پر نوجوان طلبہ و طالبات کے لئے ترتیب دیا گیا ہے جنہیں قرآنی الفاظ کے معانی براہِ راست سمجھائے اور یاد کرائے جاتے ہیں اور اس طرح آیاتِ قرآنی کا مفہوم سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

داخلہ کے خواہش مند حضرات پراسپکٹس کے حصول اور دیگر معلومات کیلئے درج ذیل پتے پر رجوع کریں!

ناظم شعبہ خط و کتابت کورس

قرآن اکیڈمی' 36۔کے' ماڈل ٹاؤن لاہور' فون : 03-5869501

وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا

(البقرہ: ۲۶۹)

17-1-06

ماہنامہ

حکمتِ قرآن

لاہور

یادگار: ڈاکٹر محمد رفیع الدین مرحوم

مدیر اعزازی: ڈاکٹر ابصار احمد

مدیر منتظم: حافظ عاکف سعید' ایم اے (فلسفہ)

نائب مدیر: حافظ خالد محمود خضر

ادارۂ تحریر:

پروفیسر حافظ نذیر احمد ہاشمی۔ پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

جلد ۲۳ ذوالقعدہ ۱۴۲۴ھ۔ جنوری ۲۰۰۴ء شمارہ ۱

یکے از مطبوعات

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

۳۶۔ کے۔ ماڈل ٹاؤن۔ لاہور ۱۴۔ فون: ۵۸۶۹۵۰۱

ویب سائٹ: www.tanzeem.org

سالانہ زرِ تعاون: 100 روپے' فی شمارہ: 10 روپے

ایشیا، یورپ، افریقہ وغیرہ: 700 روپے امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ: 900 روپے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ اوّل

پاکستان اور بھارت کے درمیان تعلقات میں حالیہ پیش رفت اور مذاکرات کی بحالی کا اعلان درحقیقت امریکہ کے دباؤ کا نتیجہ ہے' جس کا مقصد کشمیر کے مسئلے کو جیسے تیسے حل کرا کر پاکستان کو اس کی ایٹمی صلاحیت سے دست برداری پر مجبور کرنا ہے۔ امریکہ کی حکمت عملی یہ ہے کہ پاکستان اور بھارت مسئلہ کشمیر کے حل سمیت اپنے باہمی تعلقات ''کچھ دو کچھ لو'' کے اصول کی بنیاد پر معمول پر لے آئیں۔ یوں پاکستان کی اس دلیل میں کوئی وزن نہیں رہے گا کہ اس کی ایٹمی صلاحیت ہندوستان کے خلاف ایک ڈیٹرنٹ کی حیثیت رکھتی ہے۔ پاکستان کا ایٹمی پروگرام اپنی ابتداء ہی سے امریکہ اور مغربی ممالک کی نظروں میں بری طرح کھٹکتا رہا ہے۔ امریکہ کے نزدیک جوہری صلاحیت کے حوالے سے عراق' ایران اور لیبیا کا معاملہ ثانوی حیثیت رکھتا ہے اور اس ضمن میں اب ''Axis of Evil'' پاکستان ہی کو قرار دیا جا رہا ہے۔ ایران اور لیبیا نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ ایٹمی میدان میں ان کی ترقی پاکستان ہی کی مرہون منت ہے' جس کے نتیجے میں ہمارے خلاف کارروائی کرنے کے لئے کافی مواد اکٹھا کیا جا چکا ہے۔ نہ صرف امریکہ بلکہ جاپان' جرمنی' فرانس اور روس بھی اس امر پر متفق ہیں کہ پاکستان کے ایٹمی پروگرام کو رول بیک کر دیا جائے اور ایک اسلامی ملک کے یہ زہریلے دانت نکال دیے جائیں۔ ہم نے بحیثیتِ قوم اللہ کی اس نعمت کا حق ادا نہیں کیا' چنانچہ قرائن یہی بتاتے ہیں کہ اس نعمت کے سلب ہونے کا وقت قریب ہے۔ مشیت ایزدی میں اس کی حفاظت منظور ہوئی تو بہتری کی کوئی صورت بھی نکل سکتی ہے لیکن بظاہر آثار کوئی حوصلہ افزا نہیں ہیں۔ ہم دلی کے لال قلعہ پر جھنڈا لہرانے کے نعرے لگاتے ہیں لیکن درحقیقت ہمارے اندر دم نہیں ہے کہ بھارت کا مقابلہ کریں۔ اس صورتحال سے نکلنے کا واحد طریقہ یہی ہے کہ ہم صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے وفادار بن جائیں اور اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی سے ان تمام باتوں کو ختم کر دیں جو اللہ اور اس کے رسول کو ناپسند ہیں۔ OO

درس ۲۶

اُمت مسلمہ سے خطاب کے ضمن میں
قرآنِ حکیم کی جامع ترین سورت
اُمُّ المُسَبِّحات : سورۃ الحدید
(۹)

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم ...... امّا بعد:

اعوذ باللّٰہ من الشّیطٰن الرَّجیم ۔ بسم اللّٰہ الرَّحمٰن الرَّحیم

﴿ یَوۡمَ تَرَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتِ یَسۡعٰی نُوۡرُہُمۡ بَیۡنَ اَیۡدِیۡہِمۡ وَ بِاَیۡمَانِہِمۡ بُشۡرٰىکُمُ الۡیَوۡمَ جَنّٰتٌ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا ؕ ذٰلِکَ ہُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ﴿ یَوۡمَ یَقُوۡلُ الۡمُنٰفِقُوۡنَ وَ الۡمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوا انۡظُرُوۡنَا نَقۡتَبِسۡ مِنۡ نُّوۡرِکُمۡ ۚ قِیۡلَ ارۡجِعُوۡا وَرَآءَکُمۡ فَالۡتَمِسُوۡا نُوۡرًا ؕ فَضُرِبَ بَیۡنَہُمۡ بِسُوۡرٍ لَّہٗ بَابٌ ؕ بَاطِنُہٗ فِیۡہِ الرَّحۡمَۃُ وَ ظَاہِرُہٗ مِنۡ قِبَلِہِ الۡعَذَابُ ﴿ یُنَادُوۡنَہُمۡ اَلَمۡ نَکُنۡ مَّعَکُمۡ ؕ قَالُوۡا بَلٰی وَ لٰکِنَّکُمۡ فَتَنۡتُمۡ اَنۡفُسَکُمۡ وَ تَرَبَّصۡتُمۡ وَ ارۡتَبۡتُمۡ وَ غَرَّتۡکُمُ الۡاَمَانِیُّ حَتّٰی جَآءَ اَمۡرُ اللّٰہِ وَ غَرَّکُمۡ بِاللّٰہِ الۡغَرُوۡرُ ﴿ (آیات۱۲تا۱۴) ...... صدق اللّٰہ العظیم

سابقہ مباحث کا اعادہ

تفہیم کے لئے سورۃ الحدید کو سات حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا حصہ جو ۶ آیات (۱ تا ۶) پر مشتمل ہے' میرے اندازے میں یہ ذات وصفاتِ باری تعالیٰ پر قرآن حکیم کا جامع ترین اور اہم ترین مقام ہے۔ دوسرا حصہ پانچ آیات (۷ تا ۱۱) پر مشتمل ہے۔ ان میں سے پہلی آیت (آیت ۷) میں دین کے کل تقاضوں کو دو

اصطلاحات (ایمان اور انفاق) میں بیان کر دیا گیا ہے۔ ازروئے الفاظِ قرآنی: ﴿اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاَنْفِقُوْا﴾ ''ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول (ﷺ) پر اور خرچ کرو (اللہ کی راہ میں)''۔ پھر آیت ۸ اور ۱۰ میں ذرا زجر کے انداز میں فرمایا گیا ہے کہ کیوں ایمان نہیں رکھتے؟ اور یہ کہ کیوں خرچ نہیں کرتے اللہ کی راہ میں؟ جبکہ آیت ۹ اور آیت ۱۱ میں ترغیب وتشویق' حوصلہ افزائی اور ابھارنے کا انداز ہے کہ نیکی کے کاموں میں آگے بڑھو' اگر اپنے گریبانوں میں جھانکو اور محسوس کرو کہ وہ یقین والا ایمان نہیں ہے تب بھی مایوس ہونے کی بات نہیں' تمہارے لئے قرآن کریم کی آیاتِ بینات موجود ہیں' ان سے تم اپنے تمام باطنی اندھیروں کو زائل کر کے اپنے باطن کو نورِ ایمان سے منور کر سکتے ہو۔ اور اس سلسلے کی آخری آیت (آیت ۱۱) میں فرمایا: ﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا﴾ ''کون ہے وہ جو قرض دے اللہ کو قرضِ حسنہ؟'' اس میں ایک طرح سے غیرتِ ایمانی کو بھی للکارا گیا ہے کہ ہمت کرو! ایمان و یقین کا تقاضا ہے کہ اللہ کی راہ میں سب کچھ لگا دو اور کھپا دو۔

اس آیت سے متعلق ایک واقعہ ہے جو کہ ماقبل درس میں بیان ہونے سے رہ گیا تھا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ صحابہ کرام ؓ جب قرآن پڑھتے یا سنتے تھے تو ان کا تاثر کیا ہوتا تھا! ان کے دلوں میں فوری طور پر عمل کے لئے آمادگی پیدا ہوتی تھی۔ چنانچہ جب یہ آیت نازل ہوئی اور حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام ؓ کو سنائی تو حضرت ابوالدحداح انصاری ؓ نے فوراً اس پکار پر لبیک کہا۔ ان کا مدینے میں سب سے بڑا باغ تھا جس میں کھجور کے چھ سو درخت تھے۔ باغ میں چشمہ بھی تھا۔ اسی میں ان کا رہائشی مکان بھی تھا۔ ایک انسان کا دنیا میں آسائشوں کا یہی تصور ہو سکتا ہے نا کہ گھر کے ساتھ خوبصورت باغ ہو' گھنیری چھاؤں ہو' چشمہ ہو' وغیرہ۔ تو انؓ کے پاس بھی گویا یہ ساری سہولتیں تھیں۔ انہوں نے فوراً سوال کیا کہ حضورؐ! کیا اللہ ہم سے قرض مانگ رہا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ''ہاں''۔ تو حضرت ابوالدحداح ؓ نے عرض کیا: تو ہاتھ بڑھایئے! حضورؐ نے اپنا دست مبارک بڑھایا تو اپنا ہاتھ حضور ﷺ کے

ہاتھ میں دیتے ہوئے عرض کیا: میں نے اپنا باغ اللہ کو قرض دے دیا ہے۔ اس کے بعد وہاں سے خوشیاں مناتے ہوئے اپنے گھر کی طرف لوٹے۔ یہاں یہ بھی نوٹ کیجئے کہ بعض اوقات انسان جذباتی طور پر کوئی کام کر گزرتا ہے' کوئی بہت بڑی چھلانگ لگا تو لیتا ہے لیکن پھر فوراً ایک ردعمل بھی ہوتا ہے کہ یہ میں کیا کر بیٹھا! لیکن حضرت ابوالدحداح ؓ نے اسے بڑی کامیابی سمجھا اور مسرور ہو کر واپس گھر گئے۔ اب باغ میں داخل بھی نہیں ہوئے' یہ سوچ کر کہ اب یہ اللہ کا ہو چکا ہے' باغ کی فصیل کے باہر سے ہی پکارا: اے امّ الدحداح! یہاں سے نکل آؤ' میں نے یہ باغ اللہ کو دے دیا ہے! اور وہ بھی اللہ کی بندی وہاں سے اپنا ذاتی سامان لے کر یہ کہتی ہوئی نکل آئی کہ یہ تم نے بہت عمدہ سودا کیا ہے۔ دراصل یہی انداز تھا صحابہ کرام ؓ کا جس کی وجہ سے کل بیس برس میں ''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ'' کے ہاتھوں تاریخ انسانی کا عظیم ترین انقلاب برپا ہو گیا۔ صحابہ کرام ؓ میں عمل کے لئے دلی آمادگی اس قدر تھی کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے جو حکم بھی آتا اس پر عمل کے لئے فوراً تیار ہو جاتے۔ ظاہر ہے دلوں میں ایمان پہلے سے موجود ہے تو عمل میں تاخیر کیسی!

اس سورۂ مبارکہ کا تیسرا حصہ چار آیات پر مشتمل ہے' اور جس طرح پہلے حصے میں بڑی اہم آیت تھی: ﴿ہُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاہِرُ وَالْبَاطِنُ ﴾ بالکل اسی مقام و مرتبہ کی حامل آیت اس حصے میں بھی ہے' جو دراصل منافقت کی حقیقت کو واضح کرنے کے لئے ہے۔ ہم یہ بات جان چکے ہیں کہ آخرت میں ایک چھلنی تو کھلم کھلا کافروں اور مسلمان ہونے کے دعوے داروں کے مابین لگے گی جو انہیں علیحدہ علیحدہ کر دے گی۔ اس کے بعد مسلمان سمجھے جانے والوں کے مابین ایک چھلنی لگے گی' یہ چھان پھٹک کرنے کے لئے کہ ان میں کون واقعی مؤمن تھا اور کون جھوٹ موٹ کا مؤمن بنا ہوا تھا۔ یعنی جھوٹے اور سچے کے مابین ایک تمیز ہو جائے گی۔ یہ ایک مرحلہ ہے جسے ہم عام طور پر اپنے محاورے میں ''پل صراط'' کہتے ہیں۔ اس پل صراط کا تصور یہاں بھی موجود ہے اور مدنی سورتوں کے اس سلسلہ کی آخری سورۃ' سورۃ التحریم میں بھی بعینہٖ انہی الفاظ

میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ مضمون کے اعتبار سے سورۂ مریم میں بھی اس کا تذکرہ موجود ہے۔ وہاں فرمایا گیا: ﴿وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۞ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ۞﴾ (آیات ۷۱'۷۲) ''اور تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو اس (جہنم) پر وارد نہ ہو۔ یہ تو ایک طے شدہ بات ہے جسے پورا کرنا تیرے ربّ کے ذمہ ہے۔ پھر ہم ان لوگوں کو بچالیں گے جو (دنیا میں) متقی تھے اور ظالموں کو اس میں گرا ہوا چھوڑ دیں گے''۔ یعنی چاہے مؤمن ہو' کافر ہو' مسلم ہو' منافق ہو' سب کو ایک بار پل صراط پر سے گزارا جائے گا۔ مفسرین نے اس کی یہ حکمت بیان کی ہے کہ اہل ایمان کو بھی اندازہ ہو جائے کہ اللہ نے انہیں کس خطرناک شے سے بچایا ہے' ورنہ شاید انہیں اندازہ نہ ہو سکے کہ یہ کتنی بڑی کامیابی ہے اور ان پر اللہ کا کتنا بڑا فضل ہوا ہے۔

پل صراط پر سے گزرنا کس طرح کا ہوگا' اس کی حقیقت تو وہیں جا کر کھلے گی۔ میدانِ حشر کی کیفیات کو ہم صرف اُن کے قریب ترین الفاظ میں ہی بیان کر سکتے ہیں جو قرآن مجید میں آئے ہیں' ان کی اصل حقیقت ہمیں یہاں نہیں معلوم ہو سکتی۔ بہرحال وہ کوئی ایسا مرحلہ ہوگا کہ شدید گھپ اندھیرا ہوگا' وہاں اہل ایمان کے دلوں میں موجود ایمان اور ان کے اعمالِ صالحہ کے نور کا ظہور ہو جائے گا جو وہ دنیا سے لے کر گئے ہوں گے۔ ان کا نورِ ایمان ان کے سامنے اور اعمالِ صالحہ کا نور اُن کی داہنی طرف ہوگا۔ جیسا کہ فرمایا گیا ہے: ﴿يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ﴾ ''جس دن کہ تم دیکھو گے مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو' کہ دوڑتا ہوا ہوگا ان کا نور ان کے سامنے اور ان کی داہنی طرف''۔ یعنی وہ خود چل رہے ہوں گے اور ان کا نور ان کے دائیں اور سامنے کی طرف چل رہا ہوگا۔ علامہ ابن جریر طبری کی تفسیر میں حضور ﷺ کا اس بارے میں جو قول نقل ہوا ہے وہ میں آپ کو سنا چکا ہوں کہ ''کسی کو جو نور ملے گا وہ اتنا ہوگا کہ اس کی روشنی مدینے سے صنعاء تک جائے گی۔ اور کسی کو بس اتنا نور ملے گا کہ اس کے قدموں کے آگے روشنی ہو جائے گی''۔ اور اس دن

وہ شخص بھی بہت خوش نصیب ہوگا جس کے بس قدموں کے سامنے روشنی ہو جائے گی۔ بہر حال اہل ایمان اپنے اس نورِ ایمان اور نورِ اعمالِ صالحہ کی روشنی میں اس راستے سے گزر جائیں گے۔ ان سے کہا جائے گا: ﴿بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ ''بشارت ہے تمہارے لئے آج کے دن اُن باغات کی جن کے دامن میں ندیاں بہتی ہیں' اور ان میں تمہیں اب ہمیشہ ہمیش رہنا ہے' یہی ہے اصل اور بڑی کامیابی۔''

اس کے برعکس کیفیت کیا ہوگی' فرمایا: ﴿يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ﴾ ''اس روز منافق مردوں اور عورتوں کا حال یہ ہوگا کہ وہ مؤمنوں سے کہیں گے کہ ذرا ہمارا انتظار کرو (ہمیں مہلت دو)' تاکہ ہم تمہارے نور سے کچھ فائدہ اٹھائیں''۔ یہ منافقین کا تذکرہ ہو رہا ہے جو ایمان سے تہی دست تھے مگر دنیا میں مسلمان سمجھے جاتے تھے۔ اس سورۂ مبارکہ کی یہ تین آیات (۱۳'۱۴ اور ۱۵) نفاق کے موضوع پر قرآن مجید کا اہم ترین مقام ہے۔ درحقیقت سورۃ الحدید' جسے اُمّ المُسبّحات کہا جاتا ہے' اس میں سلسلۂ مُسبّحات کی بقیہ نو مدنی سورتوں کے مضامین کا خلاصہ اور جامع انڈکس موجود ہے۔ گیارہ آیات پر مشتمل سورۃ المنافقون پوری کی پوری اسی نفاق کے موضوع پر ہے اور اس کی پہلی آٹھ آیات میں جو کچھ بیان ہوا ہے سورۃ الحدید کی ان تین آیات میں گویا اس کی مزید تشریح ہے۔

نفاق کی حقیقت اور مراحل ومدارج

''نِفَاق'' کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے نوٹ کیجئے کہ لفظ 'نِفَاق' اور 'اِنفاق' کا مادہ ایک ہی ہے' یعنی ''ن'ف'ق''۔ نَفَقَ' یَنْفُقُ سے اِفعال کے وزن پر لفظ 'اِنفاق' بنا ہے جس کے معنی ہیں ختم ہو جانا' خرچ ہو جانا۔ جیسے کہا جاتا ہے: نَفَقَ الْفَرَسُ ''گھوڑا مر گیا'' یا ''گھوڑا کام آ گیا''۔ اور نَفَقَتِ الدَّرَاهِمُ ''پیسے ختم ہو گئے!'' یہاں اس انفاق کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے' بایں الفاظ: ﴿اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ﴾ اور اسی مادے سے باب مُفاعلہ میں ''منافقت'' بنا ہے۔ ''نَفَقٌ''

سے مراد ہے زیر زمین راستہ یا سرنگ جس کے دو مُنہ ہوتے ہیں۔ پچھلے زمانے میں بادشاہ عام طور پر ایسے فوجی قلعے بنواتے تھے کہ ان میں محل بھی ہوتے تھے اور شکست کی صورت میں اپنی جان بچانے کے لئے قلعے میں ایسی خفیہ سرنگیں بنائی جاتی تھیں جو دُور کسی جنگل میں جا کر نکلتی تھیں' تاکہ دشمن اگر صدر دروازے سے داخل ہو ہی جائے تو وہ اس سرنگ کے ذریعے سے گھوڑے دوڑاتے ہوئے فرار ہو سکیں۔ لہٰذا بچاؤ کے لئے یہ سرنگیں بنائی جاتی تھیں۔ اسی طرح گوہ جو ایک صحرائی جانور ہے' اس میں اللہ نے اتنی عقل رکھی ہے کہ وہ اپنے لئے زیر زمین جو بھٹ یا بل بناتا ہے اس کے دو مُنہ رکھتا ہے' تاکہ اگر ایک راستے سے شکاری کتے داخل ہوں تو وہ دوسرے راستے سے نکل کر اپنی جان بچا سکے۔ اس لئے کہ صحرائی لوگ اس کا شکار کر کے اس کا گوشت کھاتے تھے۔ گوہ کے بل کو نَــافِـقَــاء کہتے ہیں۔ اسی ''نفق'' سے لفظ ''منافقت'' بنا ہے۔ تو منافقت کی اصل حقیقت یہی ہے کہ اپنے آپ کو بچا کر رکھنا۔ ایک تو صادق الایمان ہوتے ہیں جن کا رویہ یہ ہوتا ہے کہ وہ سب کچھ کھپا دینے میں ہی اپنی کامیابی سمجھتے ہیں۔ جیسے اقبال نے کہا ؎

تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے ترا آئنہ ہے وہ آئنہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئنہ ساز میں!

لیکن منافقین کا رویہ اس کے برعکس ہوتا ہے کہ بچ بچ کر چلو' جان اور مال کو بھی بچاؤ اور مسلمانوں کے ساتھ بھی چلو۔ بظاہر ایمان لے آنا ان کی مجبوری بن جاتا ہے' کیونکہ اگر سارا قبیلہ ایمان لے آیا ہے تو ان کا بھی ایمان لے آنا معاشرتی دباؤ کی بنا پر لازمی ہو جاتا ہے' ورنہ تو انہیں اپنے قبیلے سے کٹنا پڑتا ہے۔ تو وہ مسلمانوں میں تو شامل ہو جاتے ہیں مگر اپنے آپ کو بچا بچا کر چلتے ہیں۔ تو یہ اپنے آپ کو بچانا دراصل نفاق کی بنیاد ہے۔

اب جب اللہ کی راہ میں مال و جان کے ساتھ جہاد کا حکم ہوتا ہے تو مؤمنین صادقین کی روش یہ ہوتی ہے کہ وہ لبیک کہتے ہوئے حاضر ہو جاتے ہیں' لیکن منافقین اس سے گریز کی راہ اختیار کرتے ہیں اور جھوٹے بہانے بناتے ہیں۔ یہاں نوٹ کیجئے

کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہو سکتے ہیں جنہوں نے حیلے بہانے سے اپنے آپ کو اس کٹھن صورت حال سے بچا تو لیا ہو' لیکن بعد میں اپنی غلطی اور کوتاہی کا اعتراف کرتے ہوئے حضور ﷺ کے سامنے معذرت پیش کی ہو' تو اس کو نفاق نہیں کہیں گے' بلکہ یہ صرف ضعف ایمان ہے۔ لیکن جب ان بہانوں میں جھوٹ کا عنصر بھی شامل ہو گیا' جھوٹے بہانے بنانے شروع کر دیئے تو یہ نفاق کی پہلی سٹیج ہے۔ پھر ایک عرصہ گزرنے کے بعد جب انسان سوچتا ہے کہ اس کا تو اعتبار ہی ختم ہو گیا ہے تو اب وہ جھوٹی قسمیں کھاتا ہے اور یہ نفاق کا دوسرا درجہ ہے۔ اور تیسرا درجہ وہ ہے جب مؤمنین صادقین سے کد ہو جاتی ہے' ان سے بغض ہو جاتا ہے کہ یہ تو پاگل اور جنونی لوگ ہیں جو نہ دائیں دیکھتے ہیں' نہ بائیں دیکھتے ہیں' نہ انہیں آگے کی فکر ہے' نہ پیچھے کی فکر ہے' کوئی مصلحتیں دیکھتے ہی نہیں۔ اب ان کا قول یہ ہوتا ہے: ﴿اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ﴾ ''کیا ہم اس طرح ایمان لے آئیں جیسے یہ بے وقوف ایمان لائے ہیں؟'' یہ تو جنونی ہیں' یہ fanatics ہیں۔ تو جب مؤمنین صادقین سے دشمنی ہو گئی تو یہ نفاق کی تیسری سٹیج ہے۔ یہ نفاق دراصل انسان کی باطنی کیفیت ہے جو مختلف مراحل سے گزر کر انتہائی سٹیج کو پہنچتی ہے۔ یہاں اس کو بہت عمدگی کے ساتھ واضح کیا گیا ہے۔

نفاق کے بارے میں ایک مغالطے کا ازالہ

ایک بات اور نوٹ کر لیجئے کہ دورِ نبوی ﷺ میں شعوری نفاق بہت شاذ اور کم تھا۔ عام مغالطہ یہ ہے کہ منافق وہی ہوتا ہے جو جان بوجھ کر منافق بنا ہوا ہو' جبکہ درحقیقت یہ بات نہیں تھی۔ منافقین کی اکثریت وہ تھی جو ایمان تو خلوص کے ساتھ لائے تھے' لیکن ایمان کے تقاضے پورے کرنے کے لئے جو ہمت درکار ہوتی ہے ان میں اس کا فقدان تھا۔ گویا ع ''ہرچہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم'' والی کیفیت نہیں تھی۔ جس شخص میں ایمان کی پختگی اور گہرائی اتنی نہیں ہوتی کہ وہ اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں لگانے کے لئے تیار ہو جائے تو وہ ایک طرح کی پسپائی اختیار کرتا ہے اور ارتدادِ معنوی کا شکار ہو جاتا ہے اور اندر ہی اندر پیچھے ہٹنا شروع کرتا ہے۔ درحقیقت اسے یہ خیال

نہیں ہوتا کہ میں منافق ہو گیا ہوں' بلکہ وہ سوچتا ہے کہ ان (سچے اہل ایمان) کو کیا ہو گیا ہے' خواہ مخواہ یہ لوگ جنگ کے لئے تیار ہو جاتے ہیں' آخر صلح سے بھی تو کام چل سکتا ہے اور دشمن کو گڑ دے کر بھی تو مارا جا سکتا ہے' جبکہ یہ لوگ ہر وقت جنگ ہی کی فکر رکھتے ہیں۔ غزوۂ بدر کے موقع پر ان کا موقف تھا کہ جب اللہ نے فرما دیا ہے کہ دو میں سے ایک پر تمہیں ضرور فتح مل جائے گی تو قریش کے قافلے کی طرف کیوں نہیں چلتے جہاں بہت سا مال و دولت ہے اور ان پچاس آدمیوں کے ہتھیار بھی ہمیں مل جائیں گے۔ مصلحت کا تقاضا تو یہ ہے کہ پہلے اُدھر جائیں! تو اصل میں وہ لوگ یہ نہیں سمجھ رہے ہوتے کہ ہم جھوٹے ہیں' یا ہم دھوکہ دے رہے ہیں' بلکہ یہ اصل میں مسلمانوں کے اندر ہی گڈمڈ ہوتے ہیں۔ چنانچہ سورۃ المنافقون ہی میں فرمایا گیا ہے: ﴿ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا﴾ ''یہ اس لئے ہوا کہ یہ ایمان لائے' پھر کفر میں چلے گئے''۔ یعنی یہ ایمان تو لائے تھے خلوص کے ساتھ' نہ کہ دھوکہ دینے کے لئے' لیکن پھر رفتہ رفتہ ارتدادِ معنوی کا شکار ہو گئے اور پسپا ہوتے ہوتے کفر تک چلے گئے۔ یعنی ان کا یہ ارتداد اندر اندر ہی اندر ہوتا ہے۔ لیکن ظاہر بات ہے کہ انہیں ایک قانونی تحفظ تو حاصل رہتا ہے۔ جیسے دیمک کسی چوکھٹ یا شہتیر کو اندر سے تو چٹ کر چکی ہوتی ہے لیکن اوپر ایک تہہ چھوڑ دیتی ہے تاکہ دیکھنے والوں کو پتہ نہ چل جائے کہ اندر اس چوکھٹ یا شہتیر کے ساتھ کیا قیامت گزر رہی ہے۔ تو نفاق بھی دراصل یہی ہے جو باطن میں شروع ہوتا ہے۔

اس اعتبار سے اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ عام معنی میں گناہگار اور اس قسم کے غیر شعوری منافق میں بس تعبیر کا فرق ہے۔ گناہگار بھی تو یہی ہوتا ہے جو جانتا ہے کہ یہ شے اللہ نے حرام کی ہے' پھر بھی اس کا ارتکاب کر رہا ہوتا ہے۔ تو اس وقت وہ بھی ایمان سے تہی ہوتا ہے! اس اعتبار سے جان لینا چاہئے کہ گناہگار اور ایسے منافق میں حقیقت کے اعتبار سے باریک سا پردہ ہے۔ یہ بات میں نے اس لئے بیان کی ہے کہ اس آیت میں ایک خاص اور اہم نکتہ ہے جو اِس کے بغیر سمجھ میں نہیں آ سکتا۔

اب آگے چلئے! جب اہل ایمان آگے نکل جائیں گے تو یہ منافق مرد اور عورتیں

ان سے کہیں گے: ﴿انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ﴾ کہ ذرا ہمیں مہلت دو' ہمارا انتظار کرو' تاکہ ہم تمہارے نور سے استفادہ کرلیں' کچھ اقتباس کرلیں۔ ہم بھی اس سے فائدہ اٹھا کر پل صراط پر سے گزر جائیں۔ ﴿قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ؕ﴾ ''کہا جائے گا کہ اپنے پیچھے کی طرف لوٹ جاؤ اور نور تلاش کرو''۔ یعنی اگر تمہارے لئے ممکن ہے تو پیچھے دنیا کی طرف لوٹ جاؤ اور نور تلاش کر کے لے آؤ! اس لئے کہ یہ نور یہاں نہیں دیا گیا' بلکہ یہ دنیا کی زندگی میں کما کر ساتھ لایا گیا ہے۔ دنیا میں ایمان کا بھی کسب کرنا ہوتا ہے اور اعمالِ صالحہ تو ہیں ہی سراسر کسب۔ تو اگر تمہارے لئے بھی ممکن ہو تو لوٹ جاؤ پیچھے کی طرف اور یہ نور تلاش کرنے کی کوشش کرو۔

اہل سنت کے ایک عقیدے کی قرآنی بنیاد

آگے فرمایا: ﴿فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ؕ﴾ ''پھر ان کے مابین ایک فصیل حائل کر دی جائے گی' جس میں ایک دروازہ ہوگا''۔ یہ فصیل تو درحقیقت ایک فصل قائم کرنے کے لئے ہوگی۔ اہل ایمان آگے نکل گئے ہوں گے اور اِدھر یہ منافق پیچھے سے پکارتے ہی رہ جائیں گے۔ تو ان کے درمیان فاصلہ تو پہلے سے ہو گیا ہوگا' اب ان کے درمیان فصیل بھی حائل کر دی جائے گی۔ ﴿بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ﴾ ''اس کے اندر کی طرف رحمت ہوگی اور اس کے باہر عذاب ہوگا''۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ بَاطِنُهٗ اور ظَاهِرُهٗ کی ضمیر کا مرجع کیا ہے؟ بہت سے حضرات نے اس سے دروازہ مراد لیا ہے کہ اس دروازے کے اندر کی جانب اللہ کی رحمت کا نزول اور اس کے باہر کی جانب عذابِ خداوندی کا ظہور شروع ہو جائے گا۔ لیکن مجھے اس نقطۂ نظر میں کافی تامل تھا۔ اس مقام پر غور و فکر کے نتیجے میں میری جو رائے بنی ہے اس کی تائید مجھے امام رازی سے مل گئی ہے کہ اس ضمیر کی نسبت دروازے کی طرف نہیں ہے' بلکہ سُوْر (فصیل) کی طرف ہے۔ (واللہ اعلم!) یعنی اس فصیل کے اندر کی طرف اللہ کی رحمت ہوگی اور اس فصیل کے باہر کی طرف اللہ کا عذاب ہوگا۔

اس مقام پر ایک خیال سا آتا ہے کہ اس فصیل میں دروازے کی کیا ضرورت ہو

گی؟ لیکن آج مجھے اس پر انشراح ہوا ہے کہ یہاں دروازے کا تذکرہ کیوں ہے۔ یہ درحقیقت ہمارے اہل سنت کے ایک مجمع علیہ عقیدے کے لئے بنیاد ہے' جس کے لئے قرآن مجید میں اس کے علاوہ کہیں اور ذکر نہیں ہے۔ اہل سنت کا مجمع علیہ عقیدہ ہے کہ جس شخص کے دل میں ایمان کی کچھ رمق بھی ہوگی وہ اپنے گناہوں کی سزا پا کر بالآخر جہنم سے نکال لیا جائے گا۔ جہنم میں خُلود صرف ان کے لئے ہے جن کے دلوں میں سرے سے ایمان کی کوئی رمق نہیں ہوگی۔

جن غیر شعوری منافقین کا میں نے تذکرہ کیا ہے ان کے اور عام گناہگاروں کے مابین درحقیقت صرف ایک تعبیر کا فرق ہے' ورنہ جو تضاد اُن کی زندگیوں میں ہے وہی تضاد اِن کی زندگیوں میں بھی ہے۔ اس بارے میں مَیں سائیں عبدالرزاق صاحب کا یہ قول سنایا کرتا ہوں: ''جو دم غافل سو دم کافر!'' اور ارشادِ الٰہی ہے: ﴿وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ ﴾ ''اور جس نے اس کے مطابق فیصلہ نہ کیا جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہی تو کافر ہیں''۔ ہماری عدالتوں میں ہر روز نہ معلوم کتنے فیصلے قرآن وسنت کے خلاف ہو رہے ہیں۔ پورے ملک اور پوری اُمت مسلمہ کی سطح پر جو فیصلے ہو رہے ہیں وہ سب کے سب اللہ کی شریعت کے خلاف ہو رہے ہیں۔ قرآن کے فتوے کے مطابق تو ہم سب کے سب کافر ہیں۔ لہٰذا غیر شعوری منافق اور گناہگار میں کوئی فرق نہیں ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ جو فصیل حائل کر دی جائے گی وہ ابدی نہیں ہے' بلکہ ان میں سے بھی جن کے اندر ایمان کی کچھ رمق ہوگی ان کو بہرحال وہاں سے نکلنا ہے۔ اس لئے یہاں پر صراحت کے ساتھ دروازے کا ذکر کیا گیا ہے' ورنہ واقعہ یہ ہے کہ اس کا کوئی اور محل نہیں ہے۔ جن لوگوں نے اس مقام پر زیادہ غور وفکر نہیں کیا وہ کہتے ہیں کہ اہل ایمان اُس دروازے کے ذریعے سے جنت میں داخل ہوں گے' حالانکہ اس مرحلے کی پوری تصویر جب سامنے آتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ فصل تو پہلے سے قائم ہو چکا ہوگا' کیونکہ جن کے پاس نور ہوگا وہ تو آگے نکل جائیں گے اور دوسرے انہیں پکارتے رہ جائیں گے کہ ذرا ٹھہرو' اور پھر ان کے مابین فصیل قائم کر دی جائے

گی۔ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ میں ''ف'' تاکید کے لئے ہے۔لہٰذا یہ دروازہ اہل جنت کے جنت میں داخلے کے لئے نہیں ہے' بلکہ درحقیقت یہ دروازہ اب آئندہ ان لوگوں کے لئے ہے جن کے دلوں میں ایمان کی کچھ نہ کچھ رمق اور روشنی ہوگی' لیکن وہ مجموعی طرزِ عمل کے اعتبار سے اِس سزا کے مستحق ہو چکے ہوں گے۔لہٰذا وہ اپنے گناہوں کے بقدر سزا پاکر باہر نکل آئیں گے۔ یہ اہل سنت کا اجتماعی عقیدہ ہے۔

اب قرآن کریم میں کہیں اور اس کا تذکرہ کیوں نہیں ہے' اسے بھی سمجھ لینا چاہئے۔ دراصل بعض چیزیں عقلی اعتبار سے اتنی بلند ہوتی ہیں کہ عام لوگوں کے سامنے ان کو بیان کرنا اُن کے لئے فتنے کا سبب بن سکتا ہے' لہٰذا اعلیٰ ترین فلسفیانہ مسائل کو قرآن حکیم نے بہت ہی خفیہ اور فلسفیانہ انداز میں بیان کیا ہے کہ سمجھنے والا سمجھ جائے گا' عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہوتا ہے' لیکن عام آدمی اس مقام پر سے یہ سمجھ کر گزر جائے گا کہ کوئی خاص بات نہیں ہے۔ اگر یہ بات بڑے اہتمام کے ساتھ آئی ہوتی تو عام آدمی بھی رک جاتا اور غور کرنے پر مجبور ہو جاتا' جبکہ اس کے اندر اس کی استعداد اور صلاحیت نہیں ہوتی۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے' جس میں سب کے لئے راہنمائی موجود ہے اور اس میں سب کی ضروریات کا احاطہ کیا گیا ہے' جبکہ دین کے بعض حقائق ایسے ہیں کہ ان کو زیادہ عام کر دیا جائے تو لوگوں میں بے عملی پیدا ہو جائے گی۔ ویسے تو یہ تصور کرنا بھی ہمارے لئے ممکن نہیں ہے کہ ایک لمحے کے لئے بھی جہنم کا داخلہ کس درجے شدائد اور مصائب کا ذریعہ بن جائے گا' لیکن اگر آدمی یہ سمجھ لے کہ ایمان کی کوئی رمق بھی ہوئی تو بالآخر جہنم سے نکل جائیں گے تو اس سے خواہ مخواہ اس کے اعصاب ڈھیلے پڑتے ہیں اور اس کے اندر عمل کا جذبہ کمزور پڑتا۔ لہٰذا یہ مضمون قرآن مجید میں شرح و بسط کے ساتھ نہیں آیا۔ اسی طرح سورۃ الفرقان میں ایک مقام ایسا آیا ہے کہ اس سے قرآن مجید میں عذابِ قبر کا ثبوت مل جاتا ہے' ورنہ قرآن مجید میں صراحت کے ساتھ عذابِ قبر کا تذکرہ نہیں ہے۔ وہاں فرمایا گیا ہے: ﴿يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ ''دوگنا کیا جائے گا اس کے لئے عذاب قیامت کے دن''۔ معلوم ہوا کہ

قیامت سے پہلے بھی عذاب کی کوئی شکل ہے' جب ہی تو وہ دوگنا کیا جائے گا۔

مسلمان معاشرے میں منافق کا قانونی و دستوری سٹیٹس؟

اب ذرا چشمِ تصور سے دیکھئے کہ اہل ایمان آگے نکل گئے' منافقین اِدھر رہ گئے اور درمیان میں فصیل حائل ہوگئی۔ ﴿یُنَادُوْنَھُمْ اَلَمْ نَکُنْ مَّعَکُمْ﴾ ''وہ انہیں پکار کر کہیں گے: کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟'' یہ اس امرِ واقعہ کی تعبیر ہے کہ دنیا میں منافق اور مؤمن' گناہگار اور متقی سب گڈمڈ ہیں' سب قانونی طور پر مسلمان ہیں' بلکہ مسلمان معاشرے میں منافق اور مؤمن کے اور متقی اور فاسق کے قانونی اور دستوری حقوق بالکل برابر ہیں۔ دنیا میں ان کے مابین معاشرتی' سیاسی اور دستوری حقوق میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اس لئے کہ قانونی تقسیم تو بہرحال ایک ہی ہے' سب مسلمان شمار ہوتے ہیں۔ اس ضمن میں امامِ اعظم امام ابوحنیفہؒ کا موقف ہے کہ: اَلْاِیْمَانُ قَوْلٌ لَا یَزِیْدُ وَلَا یَنْقُصُ یعنی ایمان تو زبانی اقرار کا نام ہے' جو نہ گھٹتا ہے نہ بڑھتا ہے۔ ان کی مراد حقیقی ایمان نہیں بلکہ قانونی ایمان ہے' جو انسان کو ایک قانونی و دستوری status دیتا ہے' اور وہ گھٹتا یا بڑھتا نہیں ہے' بلکہ جامد ہے۔ جبکہ حقیقی ایمان کا فیصلہ اللہ کے حضور جا کر ہوگا اور اس کا نور میدانِ حشر میں ظاہر ہوگا۔ کوئی متقی ہے تو اللہ کے ہاں اجر لے گا' فاسق ہے تو وہاں سزا بھگتے گا۔ یہاں تو مسلمان کی حیثیت سے سب برابر ہیں۔ جیسے کہا جاتا ہے ''اَلْمُسْلِمُ کُفُوٌ لِکُلِّ مُسْلِمٍ ''یعنی تمام مسلمان آپس میں مرتبہ اور سٹیٹس کے اعتبار سے بالکل ہم پلہ ہیں' قانونی اور دستوری حیثیت سب کی برابر ہے۔

میدانِ حشر میں جب چھلنی لگے گی اور حقیقی مؤمن اور محض نام کے مسلمانوں کے مابین تفریق ہو جائے گی تو یہ لوگ حقیقی اہل ایمان کو پکار پکار کر کہیں گے کہ کیا دنیا میں ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ آج تمہارے اور ہمارے مابین اتنا فرق و تفاوت کیوں ہے؟ کیا ہم بھی مسجد نبویؐ میں تمہارے ساتھ نمازیں ادا نہیں کرتے تھے؟ ظاہر ہے کہ یہ لوگ اہل ایمان میں گڈمڈ تھے۔ یہ تو جب اُحد کا موقع آیا تو معلوم ہوا کہ کون کیا ہے' جب رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی تین سو آدمیوں کو لے کر میدان جنگ سے واپس آ گیا۔

معلوم ہوا کہ جب تک آزمائش نہ ہو دنیا میں اصل اہل ایمان اور جھوٹ موٹ کے مسلمان کے مابین تمیز نہیں ہو سکتی۔ ورنہ تو دنیا میں وہ برابر تھے۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ نے عبداللہ بن اُبی کی نماز جنازہ ادا کی ہے اور اس کی تدفین کے لئے اپنا کرتہ عنایت کیا ہے۔ اس لئے کہ اس کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عبداللہ بن اُبی مؤمن صادق تھے' انہوں نے آ کر درخواست کی کہ حضور! میرے باپ کا انتقال ہو گیا ہے' آپ اپنا کرتہ عنایت فرما دیں تو میں اسے اس کا کفن دے دوں۔ حضور ﷺ نے کرتہ عنایت فرما دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضورؐ! آپ اس منافق کے لئے کرتہ دے رہے ہیں! آپؐ نے فرمایا: ''عمر! میرا کرتہ اسے خدا کے عذاب سے بچا نہیں سکے گا''۔ رسول اللہ ﷺ کی مروّت اور شرافت سے بعید تھا کہ آپؐ ایک مؤمن صادق کی درخواست ردّ کر دیتے۔ گویا مرنے کے بعد بھی قبر میں اترنے تک اسے ''مسلم'' کا لیگل سٹیٹس حاصل رہا۔

راہِ ''نفاق'' کے سنگ ہائے میل اور فتنے کی تین نسبتیں

منافقین کی پکار کے جواب میں اہل ایمان کا جواب نقل ہوا: ﴿قَالُوْا بَلٰی ﴾ ''(اہل ایمان) کہیں گے: کیوں نہیں!'' اب آگے جو الفاظ آ رہے ہیں وہ علم و معرفت اور تفقہ کا بہت بڑا خزانہ ہیں۔ فرمایا: ﴿وَلٰکِنَّکُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَکُمْ ﴾ ''لیکن تم نے اپنے آپ کو (اپنے ہاتھوں) فتنے میں ڈالا''۔ اب اہل ایمان جواب دے رہے ہیں کہ دنیا میں تو تم ہمارے ساتھ ہی تھے' اس میں کوئی شک نہیں' لیکن تم نے اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں فتنے میں ڈالا۔

فتنے کی تین نسبتیں ہیں جنہیں اچھی طرح نوٹ کر لینا چاہئے۔ کہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے تمہیں فتنے میں ڈالا۔ مثلاً: ﴿وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ ﴾ (العنکبوت: ۳) ''اور ہم نے فتنے میں ڈالا ہے ان کو جو اِن سے پہلے تھے''۔ اللہ تعالیٰ اپنی طرف نسبت فرما رہا ہے کہ جو اِن سے پہلے تھے انہیں بھی ہم نے فتنے میں ڈالا تھا۔ یہ ہمارا قاعدہ رہا ہے کہ ہم آزما کر ظاہر کر دیں کہ کون کھرا ہے' کون کھوٹا ہے' کون حقیقتاً

مؤمن ہے اور کون جھوٹ موٹ کا مدعیٔ ایمان ہے۔ تو اصل امتحان اللہ کی طرف سے ہے۔ لیکن مکہ میں اہل ایمان کا یہ امتحان کن کے ہاتھوں آ رہا تھا؟ ابوجہل اور دیگر کفار کے ہاتھوں! تو گویا دوسری نسبت ان کفار کی طرف ہوگئی جو مسلمانوں کو ستا رہے تھے اور انہیں فتنے میں ڈال رہے تھے۔ جیسا کہ سورۃ البروج میں فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِیْقِ ﴾ (آیت ۱۰) ''وہ لوگ جنہوں نے اہل ایمان مَردوں اور عورتوں کو فتنوں میں مبتلا کیا اور پھر اس سے توبہ نہیں کی یقیناً ان کے لئے جہنم کا عذاب اور جلائے جانے کی سزا ہے''۔ جو لوگ اہل ایمان کو آزمائشوں میں ڈالتے ہیں' انہیں ستاتے اور تکالیف میں مبتلا کرتے ہیں' اگر مرنے سے پہلے پہلے انہوں نے توبہ کر لی اور ایمان لے آئے تب تو پچھلا کیا دھرا سارا معاف ہو جائے گا' ورنہ ان کے لئے عذابِ جہنم ہے۔

تیسری نسبت یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو خود فتنے میں ڈالتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جو لوگ اہل وعیال اور مال ومتاعِ دُنیوی کی محبت میں گرفتار ہو جاتے ہیں اور ان کی محبت کو اللہ کی محبت پر ترجیح دیتے ہیں وہ اپنے آپ کو فتنے میں مبتلا کر لیتے ہیں۔ سورۃ التغابن میں ارشادِ الٰہی ہے: ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ﴾ (آیت ۱۴) ''اے ایمان والو! تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں' ان سے ہوشیار رہو''۔ مزید فرمایا: ﴿اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ﴾ (آیت ۱۵) ''یقیناً تمہارے مال اور تمہاری اولاد (تمہارے لئے) فتنہ ہے''۔ یعنی اگر تم اپنے اہل وعیال سے اللہ کی محبت کے ماتحت رہتے ہوئے محبت کرو تو ٹھیک ہے' یہ بھی فطری محبتیں ہیں اور دُنیوی ضرورت ہے' لیکن جہاں ان میں سے کسی ایک کی محبت بھی اللہ کی محبت سے بالا ہوگئی تو گویا تم نے اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں فتنے میں مبتلا کر دیا۔ یہ انسان کے اپنے عمل پر منحصر ہے۔ تو حقیقی اہل ایمان منافقین کو جواب دیں گے: ﴿ وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ ﴾ ''لیکن تم نے اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں فتنے میں ڈالا''۔ ﴿ وَتَرَبَّصْتُمْ ﴾ ''اور پھر تم گومگو کی

کیفیت میں مبتلا ہو گئے''۔

تَـرَبُّـص کے معنی ''انتظار'' کے بھی ہیں کہ آدمی کسی جگہ پر ٹھٹک کر کھڑا ہو جائے۔ کوئی تو ایسا ہوتا ہے کہ جس کی ہرچہ بادا باد والی کیفیت ہوتی ہے' جبکہ کوئی ایسا ہوتا ہے کہ کسی وجہ سے ٹھٹک کر کھڑا ہو جاتا ہے کہ چلوں نہ چلوں؟ آگے بڑھوں نہ بڑھوں؟ یہ اصل میں تَـرَبُّص ہے۔ یہ لوگ ''تیل دیکھو تیل کی دھار دیکھو!'' کے مصداق حالات کا انتظار کرتے ہیں کہ حالات میں کیا تبدیلی آتی ہے۔ تمام صورتوں کو دیکھ بھال کر' دائیں بائیں اور آگے پیچھے دیکھتے ہوئے' اچھی طرح سوچ سمجھ کر' سنبھل کر اور بچ بچ کر چلتے ہیں۔ جیسے کہا گیا ہے: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ﴾ (الحج:11) ''لوگوں میں سے کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جو اللہ کی بندگی کرتا ہے کنارے کنارے''۔ یہ لوگ منجدھار میں نہیں کودنا چاہتے۔ ﴿فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ۨ اطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ۨ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۭ﴾ ''پھر اگر اسے کوئی خیر پہنچے تو اس سے مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر اسے کوئی آزمائش (تکلیف) پہنچے تو اپنے چہرے کے بل واپس پلٹتا ہے۔ اس نے دنیا اور آخرت (دونوں) کا خسارہ اٹھایا''۔ یعنی یہ لوگ بچ بچ کر اور کنارے کنارے چلنا چاہتے ہیں' منجدھار میں نہیں جانا چاہتے۔ اگر بس خیر رہے تو مطمئن ہیں اور اگر کہیں کوئی امتحان آ گیا' آزمائش آ گئی تو اوندھے مُنہ گر پڑتے ہیں۔ ان کے اس طرزِ عمل کے بارے میں فرمایا گیا کہ یہ دنیا اور آخرت دونوں کے خسارے کا سودا ہے۔ تو یہاں فرمایا گیا کہ جب تم نے اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں فتنے میں ڈالا اور مال و اولاد' اہل وعیال' علائق دُنیوی' جائیداد' پروفیشنز' ان تمام چیزوں کی محبت تم پر غالب آ گئی تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تم تَـرَبُّـص اور گومگو کی کیفیت میں مبتلا ہو گئے کہ آگے بڑھیں یا نہ بڑھیں! کہیں ایسا نہ ہو جائے' کہیں ویسا نہ ہو جائے! یہ حقیقت ہے کہ انسان کے اندر نیکی کا جذبہ بھی موجود ہے' لیکن وہ تذبذب کا شکار ہو جاتا ہے۔ بقول غالب ؎

ایماں مجھے روکے ہے تو کھینچے ہے مجھے کفر
کعبہ مرے پیچھے ہے کلیسا مرے آگے!

منافقین کی اس کیفیت کے لئے سورۃ النساء میں الفاظ آئے ہیں: ﴿مُـذَبْـذَبِيْـنَ بَيْـنَ

ذٰلِکَ﴾ کہ یہ مذبذب ہو کر رہ گئے ہیں۔ اور سورۃ التوبۃ میں فرمایا: ﴿فَھُمْ فِیْ رَیْبِھِمْ یَتَرَدَّدُوْنَ ﴾ ''وہ اپنے شکوک و شبہات میں متردّد ہو کر رہ گئے''۔ یہاں آگے فرمایا: ﴿وَارْتَبْتُمْ ﴾ ''اور تم شکوک و شبہات میں مبتلا ہو گئے''۔ یعنی اپنے آپ کو فتنے میں ڈالنے کا تیسرا نتیجہ یہ ہے کہ ایمان کی جو پونجی تمہیں نصیب ہوئی تھی اس میں شکوک و شبہات کے کانٹے چبھنے شروع ہو گئے کہ ہم اپنا سب کچھ یہاں کھپا دیں اور معلوم نہیں کہ اس کا کچھ بدلہ بھی ملے گا یا نہیں! پتہ نہیں آخرت ہوگی بھی یا نہیں۔ یقین تو نہیں ہے' کسی نے دیکھا تو نہیں۔ اس لئے کہ یہ سارا ادھار کا سودا ہے۔ جیسے سورۃ التوبۃ میں فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ﴾ ''اہل ایمان سے اللہ نے ان کے مال اور جانیں خرید لئے ہیں جنت کے عوض''۔ جنت تو ملے گی آخرت میں' یہاں تو نہیں ملے گی۔ یہ تو ادھار کا سودا ہے اور ادھار کے سودے پر آدمی کچھ نہ کچھ تو متردّد ہوتا ہے۔ اگر نقد سودا ہو تو ٹھیک ہے کہ ہاتھ سے ایک چیز دی اور دوسری لے لی' مبادلہ فوراً ہو گیا' لیکن یہ تو ادھار کا سودا ہے۔ تو اس تَرَبُّص کے نتیجے میں ایمان کی پونجی برف کی طرح پگھلنا شروع ہو گئی۔

اپنے آپ کو فتنے میں ڈالنے کے سبب جو تَرَبُّص پیدا ہوتا ہے اس حوالے سے سورۃ التوبۃ کی آیت ۲۴ بڑی اہم ہے۔ فرمایا:

﴿قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْھَا وَتِجَارَۃٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَھَا وَمَسٰکِنُ تَرْضَوْنَھَآ اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَجِھَادٍ فِیْ سَبِیْلِہٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ ط وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ﴾

''(اے نبی ﷺ!) ان سے کہہ دیجئے کہ اگر تمہیں اپنے باپ' اپنے بیٹے' اپنے بھائی' اپنی بیویاں' اپنے رشتہ دار اور وہ مال جو تم نے بڑی محنت سے کمائے (اور جمع کئے) ہیں' اور وہ کاروبار جن کے کساد (اور مندے) کا تمہیں اندیشہ رہتا ہے (جو بڑی مشقت سے تم نے جمائے ہیں) اور وہ رہائش گاہیں (جائیدادیں' بلڈنگیں' حویلیاں اور کوٹھیاں) جو تمہیں بڑی پسند ہیں' (یہ آٹھ چیزیں) اگر محبوب تر ہیں (تین چیزوں سے) اللہ سے' اللہ کے رسول سے اور اللہ کی راہ

میں جہاد کرنے سے‘ تو جاؤ انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ (عذاب) لے آئے‘ اور اللہ ایسے فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا‘‘۔

یہ گویا ایک ترازو ہے جسے ہر شخص اپنے باطن میں نصب کر لے۔ ایک پلڑے میں آٹھ چیزیں ڈالیں جن میں سے پانچ علائق دُنیوی ہیں‘ یعنی باپ‘ بیٹا‘ بھائی‘ بیوی اور رشتہ دار —— باقی ہر انسان تو اس کے بعد ہی آتا ہے —— اور تین چیزیں دُنیوی مال و اسباب میں سے ہیں‘ نقد مال و دولت‘ کاروبار اور اثاثہ جات یعنی بلڈنگ یا جائیداد وغیرہ۔ اور ترازو کے دوسرے پلڑے میں تین کی محبت ڈالیں‘ یعنی اللہ کی محبت‘ رسولؐ کی محبت اور اللہ کی راہ میں جہاد کی محبت۔ پھر دیکھیں کہ کون سا پلڑا بھاری ہے! اگر یہ آٹھ والا پلڑا بھاری ہے تو اس صورت میں ’’فَتَرَبَّصُوْا‘‘ جاؤ انتظار کرو! یہ وہی لفظ تَرَبُّص ہے جو زیرِ درس آیت میں ہے۔ اب تَرَبُّص اور گومگو کی کیفیت تو لازماً ہو گی کہ چلوں نہ چلوں۔ اس آیت میں مذکور علائقِ دُنیوی کو اقبال نے ایک شعر میں جمع کیا ہے ؎

یہ مال و دولتِ دنیا یہ رشتہ و پیوند
بتانِ وہم و گماں‘ لا الٰہ الا اللہ!

جان لیجئے کہ یہ تَرَبُّص اور اِرتیاب ایک دن میں نہیں ہو جاتا‘ بلکہ یہ رفتہ رفتہ اور تدریجاً پسپائی کا نتیجہ ہوتا ہے اور اس کے بعد ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ آدمی ایمان سے بالکل خالی ہو جاتا ہے۔ جیسے سورۃ المنافقون میں فرمایا گیا: ﴿ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا﴾ ’’یہ اس لئے ہوا کہ وہ پہلے ایمان لے آئے‘ پھر کفر میں چلے گئے‘‘۔ یا یہ کہ ایمان اتنا کمزور رہ جاتا ہے کہ وہ عمل پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ اس صورت میں پھر عمل میں تناقض اور تضاد ہوتا ہے۔ آدمی کہتا کچھ ہے اور کرتا کچھ ہے۔ جیسے سورۃ الصّف کی آیت ۲ میں فرمایا گیا ہے: ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴾ ’’اے اہل ایمان! وہ کہتے کیوں ہو جو کرتے نہیں ہو‘‘۔ یعنی قول و فعل میں تضاد۔

خوشنما عقائد و خواہشات‘ شیطان کی پُرفریب چالیں

آگے فرمایا: ﴿وَغَرَّتْکُمُ الْاَمَانِیُّ﴾ ’’اور تمہیں آرزوؤں نے دھوکے میں

ڈالے رکھا''۔ یہ چوتھا مرحلہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو کچھ من گھڑت اور خوشنما عقائد سے بہلاتا ہے۔ اَمَانِیُ لفظ اُمْنِیَّۃٌ کی جمع ہے اور اسی مادے سے لفظ ''تمنا'' بنا ہے یعنی خواہشات' آرزوئیں۔ انگریزی میں انہیں ''wishful thinkings'' کہتے ہیں۔ اس کی مثالیں یہود کے عقائد میں موجود ہیں۔ وہ کہا کرتے تھے: ﴿سَیُغْفَرُلَنَا﴾ ''عنقریب ہمیں معاف کر دیا جائے گا''۔ اللہ ہمیں بخش دے گا' وہ بخشنہار ہے' ہمیں تو بخش ہی دیا جائے گا۔ ہم میں سے بھی ایک گروہ ہے جو کہتا ہے آخر کچھ بھی ہیں کلمہ گو ہیں' کچھ بھی ہیں محمد ﷺ کے نام لیوا تو ہیں۔ وہ یہ بھی کہا کرتے تھے: ﴿لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَیَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ﴾ ''ہمیں آگ ہرگز نہیں چھوئے گی مگر گنتی کے چند دن'' اور ﴿نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰہِ وَاَحِبَّآؤُہٗ﴾ ''ہم تو (گویا) اللہ کے بیٹے اور اس کے بڑے چہیتے ہیں''۔ آخر ہم ابراہیمؑ کی نسل سے ہیں' تو کیا اللہ تعالیٰ ابراہیمؑ کا کچھ بھی لحاظ نہیں کرے گا؟ جس کو کہ اللہ نے اپنا دوست کہا ہے۔ قرآن مجید کے الفاظ ہیں: ﴿وَاتَّخَذَ اللّٰہُ اِبْرٰھِیْمَ خَلِیْلًا ۝﴾ ''اور اللہ نے ابراہیم کو دوست بنا لیا''۔ تو کیا اللہ اپنے دوست کی اولاد کی کوئی فکر نہیں کرے گا؟ ہمارے ساتھ عام لوگوں والا معاملہ نہیں ہوگا' بلکہ خاص معاملہ ہو گا۔ تو یہ سب ان کی اَمَانِی ہیں۔ قرآن جہاں کہیں ان کے عقائد نقل کرتا ہے تو ساتھ ہی فرماتا ہے: ﴿تِلْکَ اَمَانِیُّھُمْ﴾ کہ یہ ان کی wishful thinkings ہیں' یہ ان کے من گھڑت خیالات ہیں۔ ﴿قُلْ ھَاتُوْا بُرْھَانَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝﴾ ''(اے نبی! ان سے) کہئے کہ لاؤ دلیل اگر تم (اپنے دعوے میں) سچے ہو''۔ کہیں تورات میں اللہ نے یہ گارنٹی تمہیں دی ہے؟ تو یہ انسان کی اَمانی اور من گھڑت عقائد اسے طفل تسلیاں دیتے ہیں۔

آخری بات یہ فرمائی: ﴿حَتّٰی جَآءَ اَمْرُ اللّٰہِ﴾ ''یہاں تک کہ اللہ کا فیصلہ آ گیا''۔ یہ وہی الفاظ آ گئے ہیں جو سورۃ التوبۃ کی آیت ۲۴ میں ہیں: ﴿فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ﴾ ''جاؤ' انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ لے آئے''۔ یعنی یہ جو حق و باطل کی کشمکش ہو رہی ہے اس کے ضمن میں اللہ کا فیصلہ آ جائے۔ دوسرے یہ کہ اللہ کا

فیصلہ موت بھی ہے' اللہ کا فیصلہ قیامت بھی ہے۔ آ گے فرمایا: ﴿ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴾ ''اور وہ بڑا دھوکے باز (شیطان) تمہیں اللہ کے معاملے میں دھوکہ دیتا رہا''۔ یہاں نوٹ کیجئے کہ یہ لفظ 'غَـرور' ''غ' کے زبر (َ) کے ساتھ ہے اور یہ فَعُول کے وزن پر مبالغے کا صیغہ ہے' جس کا مطلب ہے بہت بڑا دھوکے باز۔ اس کے علاوہ ایک لفظ 'غُـرور' ہے جو 'غ' کے پیش (ُ) کے ساتھ ہوتا ہے۔ ہم اردو میں بھی غُرور کا لفظ استعمال کرتے ہیں کہ اسے بڑا غرور ہے۔ اور مغرور اس سے اسم الفاعل ہے۔ تو فرمایا جا رہا ہے کہ ''تمہیں خوب دھوکہ دیا اس بہت بڑے دھوکے باز نے''۔ اس سے شیطان لعین مراد ہے۔ یہ شیطان لعین بھی انسان کو مزید لوریاں دے دے کر سلاتا ہے۔ اور اس کی لوری یہ ہے کہ اللہ بڑا غفور ہے' وہ کہاں سزا دے گا! وہ تو لوگوں کو ایسے ہی ڈرانے کے لئے کہتا ہے تاکہ وہ سیدھے ہو جائیں۔ ورنہ کیا ماں اپنی اولاد کو اپنے ہاتھوں جہنم میں ڈال سکتی ہے؟ تو جو خالق و مالک ہے وہ یہ کیسے کر سکتا ہے! یہ تو صرف کہنے کی باتیں ہیں' ہونے والی باتیں نہیں ہیں! یہ عقائد ہمارے ہاں بھی ملنگ قسم کے صوفیوں میں موجود ہیں۔ وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ جہنم کا صرف ڈراوا ہی ہے' وگرنہ ایسا نہیں ہوگا۔ اللہ تو بڑا کریم ہے' بڑا نکتہ نواز اور بندہ نواز ہے' وہ بڑا ہی غفور اور رحیم ہے' لہٰذا اس کے بارے میں یہ گمان نہ کرو کہ وہ تمہیں عذاب دے گا۔ سورۃ الانفطار پوری کی پوری ان کے اسی عقیدے کی تردید میں ہے۔ فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ﴾ ''اے انسان! کس شے نے تجھے دھوکہ دیا ہے اپنے ربّ کریم کے بارے میں؟'' وہ کریم بھی ہے' اس میں کوئی شک نہیں' لیکن وہ عـزیـزٌ ذوانتقام (انتقام لینے میں سخت) بھی ہے۔ وہ قہار بھی ہے' وہ شـدیدُ العِقاب (سخت سزا دینے والا) بھی ہے۔ اس کی تو تمام شانیں ہیں اور ان تمام شانوں کو اپنے سامنے مستحضر رکھنا ضروری ہے۔

بارك الله لى ولكم فى القرآن العظيم ونفعنى واياكم بالآيات والذكر الحكيم

(ترتیب وتسوید: طارق اسماعیل ملک)

درس حدیث

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

قرض کے معاملہ کی سنگینی

عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ ؓ قَالَ: كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اُتِيَ بِجَنَازَةٍ فَقَالُوْا صَلِّ عَلَيْهَا فَقَالَ: ((هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ؟)) قَالُوْا لَا' فَصَلّٰى عَلَيْهَا' ثُمَّ اُتِيَ بِجَنَازَةٍ اُخْرٰى ' فَقَالَ: ((هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ؟)) قِيْلَ نَعَمْ' قَالَ: ((فَهَلْ تَرَكَ شَيْئًا؟)) قَالُوْا ثَلٰثَةَ دَنَانِيْرَ' فَصَلّٰى عَلَيْهَا' ثُمَّ اُتِيَ بِالثَّالِثَةِ ' فَقَالَ: ((هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ؟)) قَالُوْا ثَلٰثَةُ دَنَانِيْرَ' قَالَ: ((هَلْ تَرَكَ شَيْئًا؟)) قَالُوْا لَا' قَالَ :((صَلُّوْا عَلٰى صَاحِبِكُمْ)) قَالَ اَبُوْ قَتَادَةَ ؓ : صَلِّ عَلَيْهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَعَلَيَّ دَيْنُهٗ ' فَصَلّٰى عَلَيْهِ ......(صحيح البخاری' کتاب الحوالات' باب ان احال دين الميت علی رجل جاز)

حضرت سلمۃ بن الاکوع ؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' ایک جنازہ لایا گیا' اور عرض کیا گیا کہ حضور! اس کی نمازِ جنازہ پڑھا دیجئے! آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''کیا اس آدمی پر کچھ قرض ہے؟'' لوگوں نے عرض کیا کہ کچھ قرض نہیں ہے۔ تو آپ ﷺ نے اس کی جنازہ کی نماز پڑھا دی۔ پھر ایک دوسرا جنازہ لایا گیا' اس کے بارے میں آپ ﷺ نے پوچھا: ''اس میت پر کسی کا قرضہ ہے؟'' عرض کیا گیا کہ ہاں اس پر قرض ہے' تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''کیا اس نے کچھ ترکہ چھوڑا ہے (جس سے قرض ادا ہو جائے)؟'' لوگوں نے عرض کیا کہ اس نے تین دینار چھوڑے ہیں' تو آپ ﷺ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھا دی۔ پھر تیسرا جنازہ لایا گیا تو آپ ﷺ نے اس کے بارے میں بھی دریافت فرمایا: ''کیا اس مرنے والے پر کچھ قرضہ ہے؟'' لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں اس پر تین دینار کا قرضہ ہے۔ آپؐ نے دریافت فرمایا: ''اس نے کچھ ترکہ چھوڑا ہے

(جس سے قرض ادا ہو سکے)؟" لوگوں نے عرض کیا کچھ نہیں چھوڑا تو آپؐ نے حاضرینِ صحابہؓ سے فرمایا: "اپنے اس ساتھی کی نمازِ جنازہ تم لوگ پڑھ لو"۔ تو حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: حضور! اس کی نماز پڑھا دیں اور اس پر جو قرضہ ہے وہ میں نے اپنے ذمہ لے لیا (میں ادا کروں گا) تو اس کے بعد آپؐ نے اس کی جنازہ کی نماز بھی پڑھا دی"۔

بعض اوقات انسان کو ایسی صورت حال کا سامنا کرنا پڑتا ہے کہ اس کے لئے ناگزیر ضرورت کے تحت قرض لینا ضروری ہو جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں اسلامی تعلیمات یہ ہیں کہ ایسے ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنے کے لئے قرضہ دینا بہت بڑے اجر و ثواب کا کام ہے۔ اور اگر وہ حالات سے مجبور ہو تو اسے فراخی تک مہلت دینے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اور اگر اس کے فقر و فاقہ' غربت اور ناداری کے پیش نظر قرض کی رقم معاف ہی کر دی جائے تو ایسے شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشخبری دی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن اپنے سایہ رحمت میں جگہ دے گا۔ اسی طرح قرض کے معاملے کے آداب بھی بتائے گئے ہیں کہ فریقین قرض کی دستاویز تحریر کریں جس میں قرضے کی رقم' واپسی کی میعاد اور جملہ شرائط کا ذکر ہو اور اس تحریر پر دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بھی ٹھہرایا جائے۔

مگر جہاں ضرورت مند کو قرض دینے کی ترغیب دی گئی ہے وہاں قرض لینے کی سخت حوصلہ شکنی کی گئی ہے' کیونکہ قرض ایک بوجھ ہے جسے ادا کئے بغیر انسان کا چھٹکارا نہیں۔ یہ قرض خواہ کا حق ہے جو بہر حال اسے دلوایا جائے گا۔ پس حتی الوسع قرض لینے سے گریز کرنا چاہئے اور اگر کوئی سخت مجبوری پیش آ جائے اور قرض لینا ضروری ہو جائے تو اپنے وسائل کا جائزہ لے کر اتنی ہی رقم قرض لینی چاہئے جس کی واپس ادائیگی ممکن نظر آ رہی ہو۔ قیامت کے دن جب حساب کتاب ہو گا تو ہر حق دار کو اس کا حق دلوایا جائے گا۔ جس شخص کے ذمہ کسی کی رقم ہو گی وہ اسے کیسے ادا کرے گا' کیونکہ وہاں کسی کے پاس درہم و دینار تو نہیں ہوں گے۔ ایک حدیث کے مطابق قرض خواہ کو مقروض کے نیک اعمال کا ثواب دے کر راضی کیا جائے گا اور یہ وہ وقت ہو گا جب ہر کسی کو اپنے نیک

اعمال کے ثواب کی ضرورت ہوگی۔ اور اگر مقروض کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو قرض خواہ کے گناہ بقدرِ قرضہ قرض دار کے کھاتہ میں ڈال دیئے جائیں گے۔

یہی مطلب ہے اس مشہور حدیث کا جس میں اُمت کا مفلس اُس شخص کو کہا گیا ہے جس نے نیکی کے بہت سے کام کئے مگر لوگوں کے حقوق بھی تلف کئے۔ حساب کے دن جب لوگ اس سے مطالبے کریں گے اور وہ ادائیگی نہ کر سکے گا تو اس کی نیکیاں لوگوں کو دلوائی جائیں گی' یہاں تک کہ اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی مگر حق دار ابھی موجود ہوں گے۔ اُس وقت حق داروں کے گناہ اس شخص کے ذمہ ڈال کر انہیں راضی کیا جائے گا۔ ایسا شخص ڈھیروں نیکیوں کے باوجود جنت میں نہ جا سکے گا' کیونکہ اس نے حقوق العباد کے سلسلہ میں احتیاط سے کام نہ لیا ہوگا۔ پس معلوم ہوا کہ حقوق العباد کا معاملہ انتہائی سنگین ہے۔ اور قرض کا لین دین حقوق العباد کی ایک واضح صورت ہے جس میں قرضے کی عدم واپسی مقروض کی نجات کے راستے میں رکاوٹ بن کر کھڑی ہو جائے گی۔

قرض کے معاملہ کی سنگینی کے پیش نظر نبیٔ رحمت ﷺ جنازہ پڑھانے سے پہلے دریافت کرتے تھے کہ اس شخص کے ذمہ کسی کا قرضہ تو نہیں۔ چنانچہ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ ایک شخص کا جنازہ لایا گیا' آپ ﷺ نے حسب معمول دریافت فرمایا کہ اس کے ذمہ قرض ہے؟ جب بتایا گیا کہ نہیں تو آپ ﷺ نے اس کا جنازہ پڑھا دیا۔ پھر ایک اور جنازہ لایا گیا تو آپ ﷺ کے استفسار پر بتایا گیا کہ اس پر قرضہ تو ہے مگر وہ اس کی ادائیگی کے بقدر رقم بھی چھوڑ گیا ہے تو بھی آپ ﷺ نے اس کا جنازہ پڑھا دیا۔ پھر جب تیسرا جنازہ لایا گیا تو وہ ایسے شخص کا تھا جس کے ذمہ قرض تھا اور وہ اس قرض کی ادائیگی کے بقدر مال بھی نہیں چھوڑ گیا تھا تو آپؐ نے اس کا جنازہ پڑھانے سے گریز کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرمایا کہ تم خود ہی اپنے ساتھی کی نماز پڑھ لو۔ اس پر حاضرین میں سے ایک صاحب نے مرنے والے کے ذمہ قرض کی رقم کی ادائیگی کی ذمہ داری لے لی تو آپؐ نے اس کی نماز جنازہ بھی پڑھا دی۔

اس واقعے سے قرض کی ذمہ داری کے بوجھ کی سنگینی کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس موضوع کی تائید میں رسول اللہ ﷺ کے بیشتر فرمودات ہیں۔ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شہید ہونے والے مردِ مؤمن کے سارے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں سوائے قرض کے۔ صاف ظاہر ہے کہ قرض تو بندے کا حق ہے' وہ تو بندہ ہی معاف کرے گا اور قیامت کے دن جب ماں' باپ' بھائی' بیٹا اور بیوی بھی کام نہ آئیں گے' ہر ایک کو اپنی اپنی فکر دامن گیر ہوگی' اس موقع پر کون اپنا حق چھوڑے گا؟

اسی طرح جامع ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مؤمن بندہ کی روح اس کے قرضہ کی وجہ سے معلق اور رکی رہتی ہے جب تک وہ قرضہ ادا نہ کر دیا جائے جو اُس کے ذمہ ہے''۔ سنن ابی داؤد میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ان کبیرہ گناہوں کے بعد جن سے اللہ تعالیٰ نے سختی سے منع فرمایا ہے (جیسے شرک' زنا وغیرہ)' سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی اس حال میں مرے کہ اس پر قرض ہو اور وہ اس کی ادائیگی کا سامان چھوڑ نہ گیا ہو''۔

حضرت محمد بن عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: ''قسم ہے اُس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے' اگر کوئی آدمی راہِ خدا میں شہید ہو اور وہ شہادت کے بعد پھر زندہ ہو جائے' پھر جہاد میں شریک ہو اور اس کے بعد پھر زندہ ہو جائے' اور پھر راہِ خدا میں شہید ہو اور پھر زندہ ہو جائے اور اس کے ذمہ قرض ہو تو وہ جنت میں اُس وقت تک نہ جا سکے گا جب تک اس کا قرض ادا نہ ہو جائے''۔

زیر درس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کا جنازہ پڑھانے سے گریز کیا جس کے ذمہ قرض تھا۔ بعد ازاں جب افلاس و ناداری کا دور ختم ہو گیا تو آپ ﷺ نے اعلان فرما دیا کہ اگر کوئی مسلمان اس حالت میں انتقال کر جائے کہ اس پر قرض ہو (اور

اس نے ادائیگی کے لئے کوئی سامان بھی نہ چھوڑا ہو) تو وہ قرض میرے ذمہ ہے' میں اس کو ادا کروں گا۔ ظاہر ہے یہ آپ ﷺ نے اس لئے فرمایا کہ آپؐ کو یہ بات ہرگز گوارا نہ تھی کہ کوئی مسلمان قرض کا بار لئے ہوئے دارِ فانی سے رخصت ہو اور یہ قرض اُس کی بخشش کے راستے میں رکاوٹ بن جائے۔

اس ضمن میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان بھی پیش نظر رہے کہ جو آدمی لوگوں سے ادھار لے اور اس کی نیت ادا کرنے کی ہو تو اللہ تعالیٰ اسے ادا کرا دے گا۔ پس عافیت اسی میں ہے کہ قرض لینے سے حتی الوسع گریز کیا جائے اور اگر کہیں شدید ضرورت کے تحت قرض لینا پڑے تو جلد واپسی کی نیت کرے اور جونہی وسعت ملے فوراً ادا کر دے۔ دوسری طرف مقروض کو مہلت دینے کی فضیلت پر بھی نگاہ رکھے اور مقروض کے ساتھ نرمی کا سلوک کر کے مالک یوم الدین سے رحمت اور نجات کی امید رکھے۔ لواحقین اور وارثوں کے لئے بھی یہ اشد ضروری ہے کہ اگر مرنے والے کے ذمہ قرض کی رقم ہو تو وہ اس کی فوری ادائیگی کا انتظام کر کے اس کی حقیقی خیر خواہی کا ثبوت دیں۔

❁❁❁

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لئے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات واحادیث درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

میثاق' حکمت قرآن اور ندائے خلافت کے انٹرنیٹ ایڈیشن
تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ www.tanzeem.org پر ملاحظہ کیجئے۔

اگر رسول اللہ ﷺ اِس زمانے میں ہوتے!

تحریر: مولانا محمد منظور نعمانیؒ

فرض کیجئے اگر رسول اللہ ﷺ اس زمانے میں ہوتے اور کسی قابل اعتماد اور باوثوق ذریعہ سے ہم کو معلوم ہوتا کہ فلاں دن اور فلاں جگہ آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نہایت اہم پیغام سنانے والے ہیں جس میں ہدایت وضلالت اور نجات و ہلاکت کے راستوں کو صاف صاف بیان کر کے قیامت تک آنے والے بندوں پر اللہ کی حجت تمام کر دی جائے گی' اور مقدس رسول کی زبانی اللہ پاک کا یہ آخری پیغام ہوگا جس کے بعد ہم کوئی الٰہی پیغام اور رسولِ خدا کا کوئی جدید بیان نہیں سن سکیں گے ـــــ اور اس مقررہ و مشتہرہ مقام پر پہنچنا بھی ہمارے لئے بآسانی ممکن ہوتا' اور اس تاریخ کے آنے میں ابھی اتنے دن بھی باقی ہوتے کہ اس سرکاری پیغام کی اصلی زبان اگر ہم نہ جانتے ہوتے تو اس کا سیکھ لینا بھی اس عرصہ میں ہمارے لئے ممکن ہوتا جس کے بعد ہم اس پیغام کو اس کی اصلی اسپرٹ میں پوری طرح سمجھ سکتے' اور پھر اس کے سیکھنے کے وسائل بھی ہم کو میسر ہوتے ـــــ لیکن اس کے باوجود ہم اس زبان کے سیکھنے کی کوئی کوشش نہ کرتے اور جب وہ مبارک دن آ جاتا تو اللہ کے اس نہایت اہم پیغام اور رسول اللہ ﷺ کے اس آخری بیان کو سننے یا بعد کو بالواسطہ ہی اس سے واقفیت حاصل کرنے کا خیال بھی ہمارے دل میں نہ آتا اور اس کی طرف ہم کوئی توجہ ہی نہ کرتے' تو کیا دنیا کی کوئی عقل بھی ہمارے اس طرزِ عمل کو دیکھ کر یہ رائے قائم کر سکتی تھی کہ ہمارے دلوں میں اللہ ورسول کی کوئی عظمت و وقعت اور ہماری نظروں میں ان کے پیغاموں کی کچھ بھی قدر و قیمت ہے؟ کوئی دوسرا کچھ کیوں کہے! آپ ہی خوب سوچ سمجھ کر اپنے دلوں سے اس کا جواب لیجئے!

اچھا اگر آج کسی شخص کے متعلق آپ کو معلوم ہو جائے کہ اس نے اللہ و رسول اور اُن کے مقدس پیغاموں کی طرف سے اتنی ہی بے اعتنائی اور ایسی ہی لا پروائی اختیار کر رکھی ہے تو کیا اس کے بعد بھی دولتِ ایمان و ایقان سے اس کی محرومی میں آپ کو کچھ شک و شبہ ہوگا؟

سوال کی جو صورت سطورِ بالا میں آپ کے سامنے رکھی گئی ہے کیا یہ محض فرضی ہے؟

بے شک رسول اللہ ﷺ اپنے جسد عنصری کے ساتھ اس دنیا میں رونق افروز نہیں ہیں، لیکن اللہ پاک کا جو آخری فیصلہ کن پیغام اس کے آخری رسول، حضرت محمد عربی ﷺ (فداہ اُمی و ابی) لے کر آئے تھے وہ بغیر کسی ادنیٰ تغیر و تبدل کے آج ساڑھے تیرہ سو برس سے زیادہ زمانہ گزر جانے پر بھی اپنی اسی شانِ جلالی و جمالی اور اسی شادابی و تازگی کے ساتھ موجود ہے، ہمارے گھروں میں اس کی کئی کئی کاپیاں اور کئی کئی نسخے رکھے ہوئے ہیں —— اب ہم جس وقت چاہیں خداوند قدوس کے اتارے ہوئے اور مقدس رسول کے لائے ہوئے اس "پیغامِ ہدایت" کو بالکل اسی کے اصلی لفظوں میں دیکھ سکتے ہیں، پڑھ سکتے ہیں، اور اگر ہمیں تھوڑی سی بھی عربی آتی ہو تو خود اِس کا مطلب و منشا سمجھ سکتے ہیں، اور کسی درمیانی واسطہ کے بغیر اس سے براہِ راست ہدایت حاصل کر سکتے ہیں، اللہ کی رضامندی اور فلاح دُنیوی اور اُخروی کے طریقے اس سے دریافت کر سکتے ہیں—— گویا یوں سمجھئے کہ نہایت پیاری اور بے حد شیریں عربی زبان بولنے والا اور عربی مبین ہی میں خدا کا "پیغامِ ہدایت" سنانے والا ایک زندۂ جاوید پیغمبر (بشکل قرآن) ہمارے گھروں میں آج بھی موجود ہے۔

لیکن ہمارا برتاؤ اس کے ساتھ کیا ہے؟—— کتنے ہم میں ہیں جو اس سے ہدایتی تعلق رکھتے ہیں؟—— کتنے ہیں جو اِس سے اچھی طرح فیض حاصل کرنے کے لئے اور اس کو براہِ راست سمجھنے کے لئے عربی زبان سیکھ چکے ہیں یا سیکھ رہے ہیں؟ اور کتنے ہیں جو عربی زبان نہ جاننے اور اس کے لئے کوئی ذریعہ بھی نہ پا سکنے کی مجبوری سے کسی

اور ترجمہ یا تفسیر کی روشنی میں یا درسِ قرآن کے کسی حلقہ میں شریک ہوکر ہی اس کی بات سمجھنے کی اور اس سے ہدایت حاصل کرنے کی کوشش کرتے اور اس کے لئے اپنے وقت کا کچھ حصہ صرف کرتے ہیں؟

ذرا ہندوستان ☆ ہی کے ''نو کروڑ مسلمانوں'' پر اس جہت سے ایک نظر تو ڈالئے اور سوچئے کہ کتنی گہرائی ہے ان کے ایمانی دعوؤں میں اور کتنا تعلق ہے ان کو اللہ ورسول اور ان کے پیغاموں سے؟

اللہ کے بندو! رسول کی محبت کا دم بھرنے والو! اور قرآن کی عظمت و تقدیس کی قسمیں کھانے والو! اللہ ورسول کے اس مقدس پیغام (قرآن) کے ساتھ یہ بے اعتنائی اور یہ لاپروائی!

کیا خدا کے سامنے اپنے اس تغافل مجرمانہ کی تم جواب دہی کر سکو گے؟ اور کیا عذر ہوگا تمہارا اس وقت جب ربّ العزت کے تختِ جلال کے سامنے اس کا رسول فریادی بن کر درد وحسرت کے ساتھ کہتا ہوگا:

﴿يَا رَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا﴾ ☆

''اے میرے خداوند! میری اس قوم نے اس قرآن کو بالکل چھوڑ رکھا تھا''۔

قرآن پاک کے ساتھ مسلمانوں کے معاملہ پر اگر آپ طبقہ وار نظر ڈالیں تو دیکھیں گے کہ ''مسلمان'' کہلانے والی اُمت میں ایک بہت بڑی بلکہ خارج از حد وشمار تعداد تو اُن قطعاً ناتعلیم یافتہ سب سے نیچے کے طبقہ کے عوام کی ہے جن بے چاروں کو کبھی قرآن مجید کی ہوا بھی نہیں لگی۔

پھر ان سے کچھ کم تعداد میں دوسرے درجہ کے وہ عوام ہیں جنہوں نے کبھی بچپن میں کسی پرانے طرز کے مکتب میں بیٹھ کر یا کسی ''حافظ جی'' سے قرآن مجید ناظرہ پڑھا تھا

☆ افسوس کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے مسلمانوں کی صورت حال بھی اس اعتبار سے ہندوستان کے مسلمانوں سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے۔

لیکن اس کے بعد کبھی اس کو کھول کر دیکھنے کی نوبت ہی نہیں آتی' بجز اس کے کہ محلّہ' برادری میں کبھی کبھار کوئی مرجاتا ہو اور پڑوس یا قرابت کے خیال سے اس کے ''تیجے'' میں ایک آدھ پارہ پڑھنا پڑ جاتا ہو۔ پھر وہ بھی اپنے لئے نہیں بلکہ اس مرجانے والے کو ''بخشنے'' کے لئے' بلکہ فی الحقیقت تو اکثر و بیشتر صرف محلّہ یا برادری کا ''حق'' اتارنے ہی کے لئے ـــــ تو اس طبقے کا تعلق ''قرآن مجید'' سے بس کسی کی موت اور تیجے ہی کا ہے' اس کے سوا کچھ نہیں۔

اس قسم کے لوگوں سے کچھ کم تعداد میں کچھ ایسے نیک لوگ بھی ہیں جو ''حصولِ ثواب و برکت'' کی خاطر کبھی کبھی یا روزمرہ قرآن مجید کے پارہ دو پارہ کی تلاوت تو کرتے ہیں اور بڑی خوش اعتقادی سے کرتے ہیں' مگر بیچارے اس کے مطلب و مقصد سے قطعاً نا آشنا ہیں' کیونکہ عربی جو اِس کی زبان ہے' اس سے واقف نہیں اور جس زبان میں پڑھنا لکھنا وہ جانتے ہیں' مثلاً اردو' تو اگرچہ اس میں اب بہت سے ترجمے اور تفسیریں لکھی جا چکی ہیں اور ایک اردو دان ان کی مدد سے بھی قرآن مجید کے مطلب و مقصد سے اچھی خاصی حد تک آشنا ہو سکتا ہے' لیکن ان بیچاروں کے ذہن میں کبھی یہ خیال ہی نہیں آتا کہ قرآن کو سمجھنے کی کوشش کرنا اور اپنی عملی زندگی کے لئے اس سے ہدایت لینا بھی کوئی بہت ضروری بات ہے' اس لئے مدت العمر وہ بس تلاوت ہی کا ثواب حاصل کرنے پر قانع رہتے ہیں' گویا کہ قرآن مجید بس ان کی تلاوت ہی کے لئے نازل ہوا ہے اور اس سے زیادہ اس کا کوئی مطالبہ ان سے نہیں ہے۔ اسی واسطے قرآن پاک کے مطالب و مقاصد سے واقفیت حاصل کرنے کا کوئی داعیہ کبھی ان کے دل میں پیدا نہیں ہوتا۔

رہا جدید تعلیم یافتہ طبقہ تو باستثنائے شواذ اس کی غالب ترین اکثریت نے دین کے تمام ہی علمی و عملی شعبوں سے جیسی کنارہ کشی اختیار کر رکھی ہے' اور جو حیاتِ دنیا ہی کی کامرانیوں کو مطمحِ نظر بنا کر ارشادِ ربّانی:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۞ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۞ (یونس: ۸'۷)

''لاریب' جولوگ (موت کے بعد عالم آخرت میں) ہماری لقا (یعنی دربارِ خداوندی میں حاضری اور پیشی) کے امیدوار نہیں ہیں اور حیاتِ دنیا ہی سے خوش اور اس میں مگن ہیں اور جو ہماری آیتوں سے غفلت و بے پروائی برتتے ہیں ان سب کا ٹھکانا جہنم ہوگا اپنی بدکرداریوں کے بدلے''۔

کا ہو بہو مصداق ہو گیا' اس کو قرآن پاک بلکہ خود قرآن نازل کرنے والے اور اس کے لانے والے (اللہ و رسول) کے ساتھ جیسی کچھ دلچسپی ہے وہ ہر واقف حال کو معلوم ہے۔

ان تمام طبقات کی بہ نسبت محدود اور قلیل التعداد ایک گروہ ''باضابطہ علمائے کرام'' کا بھی ہے جو اپنی اس قلت کے باوجود بھی ہزاروں سے متجاوز اور لاکھوں کے شمار میں ہوگا۔ ان حضرات نے برسہا برس دینی مدرسوں میں گزار کے عربی زبان سیکھی ہے' اس کی صرف ونحو تک پر آٹھ آٹھ' دس دس کتابیں پڑھی ہیں' معانی اور بیان و بدیع میں بھی کم از کم ''تلخیص المفتاح'' اور ''مختصر المعانی'' تو ضرور ہی ان کے زیر درس رہی ہوں گی' فقہ اور حدیث کی بہت سی کتابوں پر بھی انہوں نے عبور حاصل کیا ہے' قرآن کی تفسیر کے نام سے بھی کم از کم ایک کتاب ''جلالین'' تو سبقاً سبقاً پڑھی ہی ہوگی' اور اگر خوش نصیبی سے تعلیم کسی بڑے ''دارالعلوم'' میں ہوئی ہے تو شاید ''بیضاوی'' و ''مدارک'' کا کچھ حصہ بھی زیر درس رہا ہو' اس لئے قرآن پاک میں تدبر و تفکر اور اس کی ہدایات سے براہِ راست استفادہ کم از کم ان کا تو شغلِ حیات ہی ہونا چاہئے' اور ان کے متعلق تو یہ امید بجا اور درست ہی ہونی چاہئے کہ اللہ کی اس کتابِ عظیم سے ان کا تعلق بڑا گہرا ہوگا اور یہ خوش نصیب حضرات تو قرآن حکیم کی تلاوت بالکل اس طرح اور اس تصور کے ساتھ کرتے ہوں گے کہ ان کے سامنے گویا ایک پیغمبر ہے جو خدا کی غیر مشکوک وحی ان کو سنا رہا ہے اور وہ اپنے سینے کے کواڑ کھول کے اس کے سامنے اس کا درس سننے اور اس پر عمل پیرا ہونے ہی کے لئے بیٹھے ہیں۔

مگر آہ کہ یہاں بھی یہ امید بڑی حد تک پامال ہی ہے۔ مستثنیات کو چھوڑ کر (جن کا شمار غالباً پانچ فیصد بھی نہ ہوگا) اس طبقۂ علماء کا عام حال بھی اس باب میں دوسروں سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے۔ یہاں بھی قرآن مجید کی عموماً ''تلاوت'' ہی کی جاتی ہے اور ''کتابِ ہُدیٰ'' و ''موعظہ وذکریٰ'' ہونے کی اس کی جو اصل حیثیت تھی وہ یہاں بھی عموماً کم ازکم عملاً تو فراموش ہی کر دی گئی ہے۔ حالانکہ خود اس کا نازل کرنے والا اسی میں یہ اعلان کر رہا ہے کہ ''یہ کتاب اس واسطے بھیجی جارہی ہے کہ تم غور وتامل سے اس کی باتیں سنو' اس کے احکام کو سمجھو اور اس سے ہدایت ونصیحت حاصل کرو''۔

﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ (ص: ۲۹)

''(یہ قرآن) ایک کتاب ہے جس کو ہم نے اسی لئے تجھ پر نازل کیا ہے کہ لوگ اس کی آیات میں غور کریں اور اصحابِ عقل ودانش اس سے نصیحت لیں''۔

اور جو لوگ آیاتِ قرآن کو سمجھ بوجھ کر اس سے ہدایت ونصیحت حاصل نہیں کرتے ہیں ان کے متعلق ارشاد ہے:

﴿اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا﴾ (محمد: ۲٤)

''کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے چڑھے ہوئے ہیں؟''

وا اسفاہ! اللہ پاک تو ہدایت ونصیحت حاصل کرنے کے لئے قرآن پاک کی طرف رہنمائی کرتا ہے ـــــ اور ذرا گوشِ دل سے سنو! کیسی پیاری اس کی یہ صدا ہے:

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ (القمر: ۱۷، ۲۲، ۳۲، ٤۰)

''ہم نے نصیحت کے واسطے قرآن کو آسان کیا ہے' تو کیا ہے کوئی نصیحت لینے والا؟''

لیکن ہم نے شاید یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ جہاں تک دینی ہدایت ونصیحت حاصل کرنے کا تعلق ہے اُس کے لئے تو دوسرے وسائل (مثلاً بزرگانِ کرام اور پیرانِ عظام) ہی کافی ہیں' اور قرآن تو بس ''ثوابِ تلاوت'' حاصل کرنے کے لئے گویا ''وظیفہ'' کی ایک کتاب ہے۔

حتیٰ کہ نماز میں قرآن پاک جو پڑھا جاتا ہے تو عام خیال اُس کے متعلق بھی یہی ہو گیا ہے کہ بس صحت حروف کے ساتھ ''قراءت'' ہو جانی چاہئے' اسی لئے پوری توجہ الفاظ کے سنوار اور اتار چڑھاؤ' نیز آواز میں جاذبیت و دلکشی پیدا کرنے پر تو صرف کی جاتی ہے' مگر اُن الفاظ کے ذریعہ جو کچھ ہدایت قرآن مجید دینا چاہتا ہے اور یہ الفاظ جس کے لئے بس ایک حسین اور مقدس پیرہن اور بہترین واسطۂ تبلیغ کی حیثیت رکھتے ہیں اس کی طرف دھیان دینے کی مطلق ضرورت نہیں سمجھی جاتی۔ گویا جسم و پیرہن کی آرائش وتزئین کی تو پوری کوشش کی جاتی ہے مگر جان اور روح سے مکمل بے پروائی برتی جاتی ہے ☆ اور یہ بدیہی حقیقت گویا بالکل ہی فراموش کر دی گئی ہے کہ ''کتابِ الٰہی'' کی قراءت کا اصلی اور اوّلین مقصد تو تذکیر وتذکر ہی ہوسکتا ہے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا مشہور اثر ہے:

لَا خَیْرَ فِیْ قَـرَاءَ ةٍ لَیْسَ فِیْھَا تَدَبُّرٌ وَلَا خَیْرَ فِیْ عِبَادَةٍ لَیْسَ فِیْھَا تَفَقُّهٌ (رواہ رزین' جمع الفوائد' ج۲' ص ۲۷۹)

''جس قراءت وتلاوت کے ساتھ تدبر وتذکر نہ ہو اور جس عبادت میں تفقہ نہ ہو اس میں کچھ خیر نہیں''۔

خیر بات کچھ طویل ہو گئی' ورنہ عرض تو صرف یہ کرنا تھا کہ قرآن پاک کے ساتھ اس وقت ہمارا برتاؤ کیا ہے؟ اور ہونا کیا چاہئے؟

پھر یہ سب کچھ سامنے آ جانے کے بعد اس سلسلہ کا تیسرا اور آخری سوال یہ پیدا ہو جاتا ہے کہ جب حالات یہ ہو چکے ہیں تو اب چارۂ کار کیا ہے ؏

چیست یارانِ طریقت بعد ازیں تدبیر ما؟

چارۂ کار

پس اگر آپ نے معاملہ کی اہمیت کو اچھی طرح محسوس کر لیا ہے' اور اس سلسلہ میں

☆ ''مشکوٰۃ شریف'' کی شرح ''التعلیق الصبیح'' میں بحوالہ شیخ ابی طالب مکی رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث بایں الفاظ نقل کی گئی ہے: ((لَیْسَ لِلْعَبْدِ مِنْ صَلٰوتِهٖ اِلَّا مَا عَقَلَ مِنْھَا)) (ج ۱' ص ۳۶۵) یعنی بندہ کو اپنی اسی نماز' بلکہ اتنی ہی نماز کا اجر وثواب ملے گا جو اُس نے سمجھ کر ادا کی ہو۔

آپ پر جوفرض عائد ہوتا ہے اس سے آپ عہدہ برآ ہونا چاہتے ہیں تو پہلا کام آپ کا یہ ہے کہ اوّلاً اس نقطۂ نظر سے اپنے ہی طرزِ عمل پر نظر ڈالئے اور دیکھئے کہ اگر خدانخواستہ آپ نے بھی اب تک قرآن پاک کے سمجھنے اور اس سے ہدایت ونصیحت حاصل کرنے کی کوشش میں کوتاہی کی ہے تو آئندہ کے لئے آج ہی سے رویہ کو بدل دیجئے! اس طرح کہ اگر آپ خدا کے فضل وکرم سے قرآن پاک سمجھنے کے بقدر عربی جانتے ہیں تو اب ہدایت ونصیحت حاصل کرنے کے ارادہ سے اس کو سمجھ سمجھ کر پڑھنے کی عادت ڈالئے! اور اگر آپ اتنی عربی نہیں جانتے ہیں تو پھر کسی عربی دان کی مدد سے اتنی عربی سیکھ لیجئے اور یقین کیجئے کہ اگر اس راہ میں آپ کو کوئی اچھا رہنما مل گیا تو بس دو تین مہینے کی معمولی محنت سے آپ قرآن فہمی کی ضرورت کے بقدر عربی سیکھ سکیں گے' اور جو کمی رہ بھی جائے گی وہ ان شاء اللہ قرآن پاک کے اشتغال سے یوں ہی پوری ہوتی رہے گی' بلکہ اس عاجز کا تجربہ تو صرف ایک مہینہ کا بھی ہے۔

کاش میرے سر دوسرے کاموں کی ذمہ داریاں نہ ہوتیں تو جی چاہتا تھا کہ میں شہر بہ شہر گشت کر کے اسی کی تبلیغ کرتا پھرتا اور جو لوگ عربی زبان کو مشکل سمجھ کر اس کی تحصیل سے ہچکچاتے ہیں اور اس لئے قرآن وحدیث کی برکات سے محرومی ہی پر قانع ہو جاتے ہیں' ان کو صرف ایک مہینہ میں بعون اللہ تعالیٰ اتنی عربی سکھا کر دکھاتا جس کے بعد وہ قرآن و حدیث کو ایک عربی دان طالب علم کی طرح پڑھ سکتے اور اپنی ذاتی بصیرت کے ساتھ اس سے ہدایت وموعظت حاصل کر سکتے۔ ہاں اگر توفیق الٰہی نے مساعدت کی تو بعض ایسے ذرائع سوچ رہا ہوں جن سے اپنے اس تجربہ کے افادہ کو کچھ عام اور وسیع کرسکوں' واللہ ولی التوفیق وھو المستعان۔

بہرحال' تو اگر آپ اللہ پاک کے اتارے ہوئے اور اس کے رسول کے لائے ہوئے اس مقدس ومبارک ''ہدایت نامہ'' سے براہِ راست واقفیت وآشنائی پیدا کرنے کے لئے' گویا (مجازی زبان میں) خدا اور اس کے رسول کی باتیں دو بدو سننے اور بلاواسطہ ان سے مستفیض اور لذت اندوز ہونے کے لئے صرف دو تین مہینے تک بھی بس

گھنٹہ دو گھنٹہ یومیہ خرچ کر سکتے ہوں تو آپ کو چاہئے کہ اس میں کوتاہی نہ کریں اور آپ کے محلہ میں یا آپ کی بستی سے قریب جہاں بھی کوئی مولوی صاحب ایسے موجود ہوں جو اِس سلسلہ میں آپ کو کچھ مدد دے سکیں تو ضرور آپ ان کی مدد سے عربی زبان سیکھنے کی کوشش میں ابھی سے لگ جائیں اور جب مہینے دو مہینے میں عربی سے آپ کو کچھ بھی شد بد ہو جائے تو پھر آپ کسی عالم دین ہی سے قرآن پاک کا درس لینا شروع کر دیں۔

اور اگر کسی وجہ سے آپ کے لئے اس طرح عربی زبان سیکھ کر درس قرآن لینے کا امکان نہ ہو تو پھر کم از کم اس کی کوشش کیجئے کہ آپ کی بستی کی مسجد میں ترجمۂ قرآن کا درس ہوا کرے اور آپ اس میں شریک ہو کر حسب مقدور مطالبِ قرآنی کے سمجھنے کی کوشش کریں۔ نیز دوسروں کو بھی اس کی اہمیت جتلا کر شرکتِ درس اور اس سے استفادہ کی ترغیب دیں۔

اور اگر بالفرض آپ کسی ایسی جگہ رہتے ہیں کہ وہاں کوئی شخص ترجمۂ قرآن پڑھانے والا ہے ہی نہیں اور اس لئے درس قرآن کے اجراء کا انتظام آپ کے بس میں نہیں ہے تو پھر کم سے کم اس کا التزام کیجئے کہ ہر روز قرآن مجید کا جتنا حصہ آپ پڑھ سکتے ہوں ترجمہ ہی کے ساتھ پڑھیں' اور تا مقدور ترجمہ کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کریں۔ پھر جتنی بات سمجھ میں آتی جائے اس سے اپنے لئے ہدایت و نصیحت لیتے رہیں۔ ☆

امید ہے کہ اگر اس طور پر ترجمہ کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے کی آپ نے مستقل

☆ قرآن پاک کے اردو تراجم میں قدیم اور مستند ترین ترجمے حضرت شاہ عبدالقادر صاحب اور شاہ رفیع الدین صاحب کے ہیں' لیکن موجودہ زمانہ میں کچھ تو زبان کی نامانوسیت کی وجہ سے اور کچھ ان حضرات کے التزامی اختصار کی وجہ سے غیر عربی دان عوام کو قرآن فہمی میں وہ کچھ زیادہ مدد نہیں دے سکتے۔ اس مقصد کے لئے موجودہ تراجم میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا ترجمہ اور آپ کی تفسیر ''بیان القرآن'' اردو دان طبقہ کے لئے مفید ترین اور ساتھ ہی سہل الفہم تفسیر ہے۔ نیز حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے ترجمہ اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے تفسیری حواشی پر مشتمل ''تفسیر عثمانیؒ'' بھی اس سلسلہ کی ایک بہتر چیز ہے۔ (الفرقان)

مزید برآں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی تفہیم القرآن' حافظ نذر احمد صاحب کا ترجمۂ قرآن کریم اور سید شبیر احمد صاحب کا دو رنگا ترجمۂ قرآن بھی اس مقصد کے لئے بہت مفید ہیں۔ ◀◀

عادت ڈال لی اور تسلسل کے ساتھ اللہ پاک کی اس کتاب سے لپٹے رہے اور اس کے سمجھنے کی کوشش میں اس طرح ہی آپ لگے رہے تو قرآن مجید کا کافی حصہ ان شاء اللہ تعالیٰ آپ سمجھ سکیں گے۔

البتہ یہ بات بہرحال سب کے لئے ملحوظ رکھنے کی ہے کہ قرآن مجید ''هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ'' ہے۔لہٰذا اس سے ہدایت ونصیحت کا نور انہی خوش بختوں کو حاصل ہوسکتا ہے جن میں ''تقویٰ'' ہو' یعنی اللہ کا خوف اور عاقبت کی فکر ہو اور اسی کی بے چینی ان کو طلب ہدایت کے لئے قرآن پاک کے پاس لانے والی ہو' نہ کوئی اور شوق اور نہ کوئی دوسری غرض' ورنہ ہم اور آپ سب ہی جانتے ہیں کہ ابوجہل اور ابولہب تو آج کل کے ہر بڑے سے بڑے عالم دین سے بہتر قرآن کی زبان جانتے تھے' لیکن چونکہ دل ایمان اور تقویٰ سے خالی تھے اس لئے اس بحر ہدایت سے ان کو ایک قطرہ بھی نہیں مل سکا۔﴿وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ﴾

(بشکریہ الفرقان لکھنؤ' بانی الفرقان نمبر)

◄◄ محترم ڈاکٹر اسرار احمد حفظہ اللہ کے دروسِ قرآن اور دورۂ ترجمۂ قرآن کا سلسلہ بھی رجوع الی القرآن اور قرآن فہمی کی ایک قابل قدر کاوش ہے۔ ان دروس قرآن اور دورۂ ترجمۂ قرآن کے آڈیو/ویڈیو کیسٹ اور کمپیوٹر CDs کی کاپیاں پوری دنیا میں پھیل چکی ہیں اور بآسانی حاصل کی جا سکتی ہیں۔قرآن اکیڈمی لاہور میں قرآن فہمی کی غرض سے عربی زبان کی تعلیم وترویج کے لئے ''رجوع الی القرآن کورس'' کا انعقاد ہر سال باقاعدگی سے ہوتا ہے' جس کا دورانیہ صرف نو ماہ ہے۔ شام کے اوقات میں مختصر دورانیہ کے ''فہم القرآن کورسز'' کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے۔اس کے علاوہ قرآن فہمی کے لئے مختلف کورسز بذریعہ خط وکتابت بھی کرائے جاتے ہیں' جن میں ''ترجمہ قرآن کریم کورس'' ہر عمر کے خواتین وحضرات خصوصاً نوجوان طلبہ وطالبات کے لئے بہت مفید ثابت ہوا ہے۔

(ادارہ حکمت قرآن)

تقویٰ

قرآن حکیم کی روشنی میں

تحریر: محمد طیب خان سنگھانوی

تقویٰ کا لغوی مفہوم ہے نگرانی کرنا' بچنا' حفاظت کرنا' پرہیز کرنا اور ڈرنا وغیرہ۔ جبکہ شرعی اصطلاح میں تقویٰ دل کی اس کیفیت کا نام ہے جس کی بنا پر نیک اعمال انسان سے سہولت سے صادر ہوتے جائیں اور برے کاموں کے خلاف دل میں نفرت وحقارت کے جذبات موجزن ہوں۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ تقویٰ ضمیر کے اس احساس کا نام ہے جس کی بنا پر ہر کام میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق عمل کرنے کی شدید رغبت اور اس کی سرمو مخالفت کرنے سے شدید نفرت پیدا ہو جاتی ہے' بندۂ مؤمن ومسلم اپنی تمام تر حیات اللہ ربّ العزت کی مرضی ومنشا کے مطابق استوار کرتا ہے اور اپنی زندگی کے ہر ایک لمحے اور ہر ایک عمل کو رضائے الٰہی میں ڈھالتا ہے۔

قرآن حکیم نے اللہ عزوجل' یومِ آخرت اور سلسلۂ نبوت پر ایمان لانے کے بعد جن چیزوں کی دعوت زیادہ اہمیت کے ساتھ دی ہے اور جن کو گویا انسان کی فلاح و سعادت کا مدار بتلایا ہے ان میں سے ایک ''تقویٰ'' بھی ہے۔ متقی وہی ہے جو اللہ عزوجل اور یومِ آخرت پر یقین رکھتے ہوئے اللہ عزوجل کی ناراضی اور اس کی پکڑ اور آخرت کے عذاب اور مؤاخذے سے ڈرتے ہوئے فکر اور احتیاط کے ساتھ زندگی بسر کرے۔ رسول اللہ ﷺ کے مشہور صحابی حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ جو علم قرآن میں خصوصی امتیاز اور مہارت رکھتے تھے' ایک دن اُن سے امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ ''تقویٰ'' کی حقیقت کیا ہے؟ حضرت اُبیؓ نے فرمایا کہ ''کبھی کانٹوں بھرے کسی راستے پر چلنے کا اتفاق تو آپؓ کو ضرور ہوا ہوگا؟'' حضرت عمرؓ نے جواب

دیا: ''کیوں نہیں! بارہا ایسے راستوں پر چلنے کا اتفاق ہوا ہے''۔ حضرت عمرؓ کے اس جواب کے بعد حضرت اُبیؓ نے فرمایا کہ ''اس وقت آپ نے کیا کیا''؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ''میں نے اپنے جسم اور کپڑوں کو سنبھالا اور خوب کوشش کی کہ اپنے جسم اور کپڑوں کو کانٹوں سے بچا کر صحیح سالم نکل جاؤں''۔ حضرت اُبی نے فرمایا کہ 'فَذٰلِکَ التَّقْوٰی '' یعنی بس یہی تو تقویٰ ہے! واقعہ یہ ہے کہ تقویٰ کی کوئی تشریح اس سے بہتر اور بلیغ تر نہیں کی جا سکتی۔

جب ہم تقویٰ کی حدود کی بات کرتے ہیں اور حدود زیرِ غور لاتے ہیں تو دراصل ہم اس کے مثبت اور منفی پہلوؤں کو سامنے رکھتے ہیں۔ عذابِ الٰہی کے خوف اور خشیت الٰہی کی بنا پر اللہ عزوجل کی حدود کو توڑنے اور اس کے محارم کا ارتکاب کرنے اور اوامر کے ترک کرنے سے باز رہنے کو تقویٰ کا مثبت پہلو قرار دیا گیا ہے' جبکہ اوامر دینی اور احکاماتِ الٰہیہ کو پابندی سے ادا کرنا اور ممنوعات و منہیاتِ دُنیوی سے مکمل اجتناب کرنا اس کی تعریف کا منفی پہلو ہے۔ یہاں یہ امر بھی واضح رہنا چاہئے کہ قرآن حکیم نے نماز' روزہ' زکوٰۃ' حج اور قربانی و جہاد فی سبیل اللہ وغیرہ تمام عبادات کا مطلوب صراحتاً یا اشارتاً تقویٰ ہی کو قرار دیا ہے۔

علماءِ حق نے تقویٰ کے جو مدارج متعین کئے ہیں وہ یہ ہیں:

۱) عوام کا تقویٰ:

ا) کفر و شرک سے بچنا ب) تمام کبیرہ گناہوں سے بچنا۔

۲) خواص کا تقویٰ: صغیرہ اور کبیرہ تمام گناہوں سے بچنا۔

۳) اخص الخواص کا تقویٰ: ہر اُس چیز سے بچنا جو بندے کو ایک لمحہ کے لئے بھی یادِ خدا سے غافل کر دے۔

امام بیضاویؒ نے تفسیر بیضاوی میں تقویٰ کے مندرجہ ذیل تین مراتب قرار دیئے ہیں:

۱) ادنیٰ درجہ ۲) اوسط درجہ ۳) اعلیٰ درجہ

ان میں ادنیٰ درجہ کا تقویٰ ایمان ہے جس کے ذریعے سے دوزخ کے دائمی

عذاب سے نجات حاصل ہوتی ہے۔اوسط درجہ ہراُس چیز کا چھوڑ دینا ہے جس پر عمل آدمی کو گناہگار بنا دے۔اس لئے صغیرہ گناہوں پر اصرار نہ ہو اور کبیرہ گناہوں سے بچتے رہنا چاہئے۔اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ دل کو ہراُس چیز سے محفوظ رکھا جائے جو غیر دینی امور میں مشغول کر دے۔

تقویٰ کا اصل مرکز دل ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ: ''آگاہ ہو جاؤ! جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے' جب وہ ٹھیک ہو تو تمام جسم درست اور اگر وہ خراب ہو تو تمام جسم خراب ہو جاتا ہے' اور خبردار ہو جاؤ کہ وہ دل ہے''۔

نبی کریم ﷺ نے ہجرت کے دوران قبا کے مقام پر ایک مسجد بنوائی تھی جو مسجد قبا کہلاتی ہے۔ بعد میں منافقین نے ایک اور مسجد ''مسجد ضرار'' مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے لئے تعمیر کی۔ چنانچہ اللہ عزوجل نے بذریعۂ وحی سرکارِ دو عالم ﷺ پر یہ واضح فرمایا کہ آپؐ کی بنوائی ہوئی مسجد نیک نیتی اور تقویٰ کی بنا پر ہے جبکہ یہ دوسری مسجد مسلمانوں میں نفاق ڈالنے کی غرض سے ہے۔ یہاں صرف نیت اور مقصد کے فرق کی وجہ سے ایک کام محبوب و منظور ہوا اور دوسرا وہی کام مردود ٹھہرا۔اس سے ثابت ہوا کہ تقویٰ خلوصِ نیت سے عبارت ہے۔

تقویٰ دل کی پاکیزہ ترین اور اعلیٰ ترین کیفیت کا نام ہے جو تمام نیکیوں کی محرک ہے اور دین و مذہب کی جان اور دینداری کی روح ہے۔غرض تقویٰ ہر نیکی کی ابتداء اور ہر عبادت کی روح ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر لاکھوں فرزندانِ توحید کے سامنے اس حقیقت کا اظہار فرمایا کہ ''اے لوگو! خوب سن لو کہ کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی کالے کو کسی گورے پر کسی قسم کی فضیلت حاصل نہیں ہے۔ہاں' اگر کسی کو فضیلت حاصل ہے تو وہ صرف تقویٰ کے سبب''۔

ارشادِ ربانی ہے:

﴿يٰاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ

تَتَّقُوْنَ﴾ (البقرة:۲۱)

''اے لوگو! عبادت کرو اپنے پروردگار کی' جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا' تاکہ تم متقی بن جاؤ''۔

تمام اسلامی عبادات کی اصل روح' مقصد اور غرض و غایت حصولِ تقویٰ ہی ہے۔ مثلاً روزہ کی غرض بھی تقویٰ کا حصول ہے۔ قرآن حکیم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ (البقرة:۱۸۳)

''اے ایمان والو! تم پر روزہ اسی طرح فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا' تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو''۔

اسی طرح سے حج کا مقصد بھی تقویٰ کی حصولی ہے۔ قرآن مجید میں ارشادِ پاک ہے:

﴿وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ﴾ (الحج:۳۲)

''اور جو اللہ کے مقرر کردہ شعائر کا احترام کرے تو یہ دلوں کے تقویٰ سے ہے''۔

اسی طرح قربانی کا مقصد بھی تقویٰ ہی ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿لَنْ یَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآءُ هَا وَلٰـکِنْ یَّنَالُهُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ﴾ (الحج:۳۷)

''اللہ کے پاس قربانی کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا' لیکن تمہارا تقویٰ اس کو پہنچتا ہے''۔

قرآن حکیم میں جن آیاتِ مبارکہ میں تقویٰ اختیار کرنے کی تلقین اور تاکید فرمائی گئی ہے ان سب کا تو شمار بھی مشکل ہے' صرف چند آیات پاک اس سلسلہ میں پیش خدمت ہیں:

☆ ﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ (آل عمران:۱۰۲)

''اے ایمان والو! اللہ عزوجل کا تقویٰ اختیار کرو جیسا کہ اس کے تقویٰ کا حق ہے' اور (آخری دم تک اس تقویٰ پر قائم رہتے ہوئے دل و جان سے اپنے اس مالک کی فرمانبرداری کرتے رہو' یہاں تک کہ) تم کو اسی فرمانبرداری کی حالت میں موت آئے''۔

☆ ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا﴾ (التغابن:۱۶)

''اللہ عزوجل کا تقویٰ اختیار کرو' جس قدر بھی تم سے ہو سکے' اور (دل و جان سے اس کے سارے حکم) سنو اور مانو''۔

☆ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ (المائدة:٣٥)

''اے ایمان والو! اللہ عزوجل کا تقویٰ اختیار کرو اور اس کے قرب کا ذریعہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جدوجہد کرتے رہو تاکہ تم کو فلاح نصیب ہو''۔

☆ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ (الحشر:١٨)

''اے ایمان والو! اللہ عزوجل کا تقویٰ اختیار کرو اور ہر متنفس کو ضرور دیکھنا (اور سوچنا) چاہئے کہ اس نے کل کے لئے (یعنی آخرت کے لئے) کیا سامان کیا ہے' اور (تم کو مکرر تاکید کی جاتی ہے کہ) اللہ عزوجل سے ڈرتے رہو' یہ بالکل قطعی اور یقینی بات ہے کہ اللہ عزوجل تمہارے سب اگلے پچھلے اعمال سے پوری طرح باخبر ہے۔'' (تمہارا کوئی عمل بھی اس سے مخفی نہیں ہے۔)

☆ ﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ۙ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ﴾ (القمر:٥٤'٥٥)

''جن بندوں نے (دنیا میں) تقویٰ کا رویہ اختیار کیا وہ (آخرت میں) باغات اور نہروں میں رہیں گے۔ ایک عمدہ مقام میں' کامل اقتدار رکھنے والے حقیقی بادشاہ کے قرب میں''۔

☆ ﴿وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ (البقرة:١٩٧)

''اور زادِ راہ ساتھ لے لو اور بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے اور میرا تقویٰ اختیار کرو اے عقلمندو!''

☆ ﴿لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ﴾ (آل عمران:١٥)

''جو لوگ تقویٰ کی روش اختیار کریں ان کے لئے ان کے رب کے پاس بہشتی باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں' وہ ہمیشہ ان باغات میں رہیں گے اور پاک وصاف بیویاں وہاں ان کی رفیق ہوں گی اور اللہ عزوجل کی رضا سے وہ سرفراز ہوں گے' اللہ

عزوجل اپنے سب بندوں (کے ظاہری و باطنی احوال) پر گہری نظر رکھتا ہے۔" (اس لئے کسی کا متقی یا غیر متقی ہونا اس سے مخفی نہیں رہ سکتا)۔

☆ ﴿وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ ۞ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ ؕ كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ ۞﴾ (النحل: ۳۰'۳۱)

"اور متقیوں کا ٹھکانا کیا ہی اچھا ٹھکانا ہے' غیر فانی اور سدا بہار بہشت کے باغات جن میں وہ داخل ہوں گے' ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں' وہاں ان کے لئے وہ سب کچھ مہیا ہوگا جو وہ چاہیں گے' اس طرح اللہ عزوجل متقیوں کو (ان کے تقویٰ کا) بدلہ دے گا"۔

☆ ﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۞ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ﴾

(الطلاق: ۲'۳)

"اور جو کوئی تقویٰ کا رویہ اختیار کرے اس کے واسطے اللہ عزوجل (مشکلات اور سختیوں سے) نکلنے کی کوئی راہ پیدا کر دیتا ہے اور اس کو اُن طریقوں سے رزق دیتا ہے جن کا اس کو گمان بھی نہیں ہوتا"۔

☆ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۞﴾ (الانفال: ۲۹)

"اے ایمان والو! اگر تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو گے تو اللہ عزوجل تم کو (اپنے خاص فضل سے) ایک امتیازی قوت اور امتیازی شان بخشے گا اور تم سے تمہاری برائیاں دُور کر دے گا اور تم کو بخش دے گا۔ اور اللہ عزوجل بڑا فضل کرنے والا ہے"۔

☆ ﴿وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ......﴾ (الاعراف: ۹۶)

"اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لاتے اور تقویٰ کا رویہ اختیار کرتے تو ہم زمین و آسمان سے اُن پر برکتوں کے دروازے کھول دیتے......"

☆ ﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ۞﴾ (النحل: ۱۲۸)

"اللہ عزوجل اپنے ان بندوں کے ساتھ (اور ان کا رفیق) ہے جو متقی اور نیکوکار ہیں"۔

☆ ﴿وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ۞﴾ (الجاثية: ۱۹)

"اور اللہ عزوجل دوست ہے تقویٰ والوں کا"۔

☆ ﴿اَلَا اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۞ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ۞ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ﴾ (یونس:٦٢تا٦٤)

''یادرکھو کہ جو اللہ عزوجل کے دوست ہیں انہیں کوئی خوف وغم نہ ہوگا' یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور جنہوں نے تقویٰ کا رویہ اختیار کیا۔ ان کے لئے خاص خوشخبری ہے دنیا کی زندگانی میں بھی اور آخرت میں بھی''۔

☆ ﴿اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ۞﴾(المائدۃ:٢٧)

''اللہ عزوجل تقویٰ والوں ہی کے عمل کو قبول کرتا ہے''۔

☆ ﴿وَلٰـكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى﴾ (البقرۃ:١٨٩)

''ولیکن نیکی کی حقیقت تو بس یہ ہے کہ کوئی (اللہ عزوجل سے ڈرے اور) تقویٰ اختیار کرے''۔

☆﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْـزَلَةَ السَّاعَةِ شَىْءٌ عَظِيْمٌ ۞ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰـكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ۞﴾ (الحج:١'٢)

''اے بنی نوع انسان! اپنے پروردگار سے ڈرو' یقین کرو کہ قیامت کا بھونچال بڑا ہی سخت حادثہ ہوگا۔ جس دن وہ قیامت تمہارے سامنے آ جائے گی (اور تم اس کے ہیبت ناک مناظر دیکھو گے تو حالت یہ ہوگی کہ کسی کو کسی کا ہوش نہ رہے گا' یہاں تک کہ) ننھے بچے کو دودھ پلانے والی ہر ماں اپنے بچے کو بھول جائے گی اور ہر حمل والی کا حمل ساقط ہو جائے گا اور تم دیکھو گے سب لوگوں کو نشہ کی سی حالت میں بے ہوش' جبکہ وہ کسی نشہ سے بے ہوش نہ ہوں گے مگر اللہ عزوجل کا عذاب بڑا ہی سخت ہے۔ (اس ہولناکی اور دہشت سے ان کا یہ حال ہوگا)''۔

☆ ﴿وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۞﴾ (النساء:١٢٩)

''اور اگر تم اصلاح اور تقویٰ کا رویہ اختیار کرو تو اللہ عزوجل بہت بخشنے والا اور نہایت ہی مہربان ہے (وہ تمہارے ساتھ مغفرت اور رحمت ہی سے پیش آئے گا)''۔

☆ ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۞﴾ (الحجرات:١٠)

''اللہ عزوجل سے ڈرو (تقویٰ کی روش اختیار کرو) تا کہ تم پر رحم کیا جائے''۔

☆ ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ﴾ (الحُجُرات:١٢)
''اللہ عزوجل کا تقویٰ اختیار کرو' یقیناً اللہ عزوجل بہت عنایت فرمانے والا اور نہایت مہربان ہے''۔

☆ ﴿بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ﴾ (آل عمران:٧٦)
''ہاں جو پورا کرے اپنا عہد اور تقویٰ کا رویہ اختیار کرے تو (وہ اللہ کا محبوب بنے گا' کیونکہ) اللہ عزوجل متقی بندوں سے محبت کرتا ہے۔''

☆ ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ﴾ (التوبة:٤)
''یقیناً اللہ عزوجل کا پیار ہے اپنے متقی بندوں پر''۔

☆ ﴿وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا ط اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ﴾ (آل عمران:١٢٠)
''اور اگر تم صبر و استقلال اور تقویٰ کے ساتھ رہو تو (تمہارے) ان (دشمنوں) کی چالوں (اور ان کے خفیہ واروں) سے تم کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا (کیونکہ پھر اللہ عزوجل تمہارا محافظ اور مددگار رہو گا) اور وہ (دشمن) جو کچھ کرتے ہیں (اور تمہیں نقصان پہنچانے کے لئے جو خفیہ چالیں چلتے ہیں) اللہ عزوجل اس سب پر حاوی ہے۔''

☆ ﴿كَذٰلِكَ يَجْزِى اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ ۞ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ لا يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ لا ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ (النحل:٣١'٣٢)
''اللہ عزوجل ایسی ہی جزا دے گا متقیوں کو۔ وہ متقی بندے جن کی روح قبض کرتے ہیں فرشتے خوشی کی حالت میں' کہتے ہیں ان سے تمہارے لئے (تمہارے ربّ کی طرف سے) سلامتی ہے (اور اس کا تمہارے لئے فرمان اور فیصلہ ہے کہ) پہنچ جاؤ اس کی تیار کی ہوئی جنت میں اپنے اعمال کے سبب سے''۔

☆ ﴿وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ط حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ﴾ (الزمر:٧٣)
''اور لے جائے جائیں گے متقی بندے جنت کی طرف گروہ در گروہ' یہاں تک کہ جب وہ جنت کے پاس پہنچیں گے اور اس کے دروازے کھولے جائیں گے اور اس کے داروغے ان سے کہیں گے سلام ہو تم پر' تم لوگ پاکیزہ ہو' بس داخل ہو جاؤ اس میں سدا

رہنے کے لئے''۔

☆ ﴿وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ۞ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ۞ مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ ۞ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ ۞ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ۞ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ۞﴾ (ص:۴۹۔۵۴)

''اور یقیناً متقیوں کے لئے ہے اچھا ٹھکانا' ہمیشہ رہنے والی جنتیں' کھلے ہوئے ہیں ان کے لئے دروازے' بیٹھے ہیں ان میں تکیہ لگائے' منگاتے ہیں پھل اور مشروبات' اور ان کے پاس عورتیں ہیں نیچی نگاہ والیاں' سب ایک عمر کی۔ یہ ہے وہ (انعام) جس کا وعدہ کیا جا رہا ہے تم سے روزِ حساب کے لئے' بے شک یہ ہے ہمارا رزق جو کبھی ختم ہونے والا نہیں''۔

☆ ﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ﴾ (الحُجرات:۱۳)

''اللہ عزوجل کے یہاں تم میں زیادہ باعزت وہ ہے جو تقویٰ میں بڑا ہے''۔

☆ ﴿الٓمّٓ ۞ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۞ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۞﴾ (البقرۃ:۱۔۳)

''الف' لام' میم۔ یہ اللہ کی کتاب ہے' اس میں کوئی شک نہیں۔ ہدایت ہے متقی بندوں کے واسطے' (وہی اس سے نفع اٹھائیں گے۔ یہ متقی بندے وہ ہیں جن کا حال یہ ہے کہ) وہ بن دیکھی باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور ہم نے ان کو جو کچھ دیا ہے اس میں سے (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیں''۔

☆ ﴿لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۞﴾ (البقرۃ:۱۷۷)

''نیکی بس یہی نہیں ہے کہ تم اپنے چہرے مشرق یا مغرب کی طرف پھیر لو' لیکن اصل نیکی کرنے والے (جن کی اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں قدر و قیمت ہے) وہ بندے ہیں جو ایمان لائے (سچے دل سے) اللہ عزوجل اور یوم آخرت پر اور ملائکہ پر اور (اللہ عزوجل کی)

کتاب پر اور نبیوں پر' اور اپنا (محبوب) مال انہوں نے (اللہ عزوجل کی) محبت میں (اس کے حکم کے مطابق) دیا' اپنے (صاحب حاجت) اہل قرابت کو اور عام یتیموں' مسکینوں کو اور (ضرورت مند) مسافروں اور سائلوں کو اور (خرچ کیا) غلاموں کی رہائی میں' اور اچھی طرح قائم کی انہوں نے نماز اور ادا کی زکوٰۃ' اور پورا کرنے والے اپنے عہد کو جبکہ کسی سے کوئی عہد کریں' اور صبر کرنے والے تنگی اور تکلیف و مصیبت میں اور حق و باطل کی جنگ میں۔ یہی ہیں راست باز اور یہی ہیں متقی بندے"۔

☆ ﴿وَسَارِعُوْا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۞ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۞ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۪ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۪ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۞﴾ (آل عمران:۱۳۳۔۱۳۵)

"(لوگو!) تیزی سے بڑھو اور دوڑو اپنے پروردگار کی بخشش اور اس وسیع جنت کی طرف جس کی وسعت آسمانوں اور زمین جیسی ہے' وہ ان متقی بندوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو (راہِ خدا میں) خرچ کرتے ہیں خوشحالی میں بھی اور تنگی اور تکلیف میں بھی' اور جو (آپس کے اختلافات ونزاعات میں) غصے کو پی جاتے ہیں اور دوسرے لوگوں کے قصور معاف کر دیتے ہیں۔ اللہ عزوجل ایسے نیکوکار بندوں سے محبت کرتا ہے۔ اور (وہ بندے بھی متقیوں میں ہی شامل ہیں اور جنت کے وہ بھی مستحق ہیں جن کا حال یہ ہے کہ) اگر کبھی کوئی شرمناک بات ان سے سرزد ہو جاتی ہے یا کسی گناہ کا ارتکاب کر کے وہ اپنے اوپر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو معاً اللہ عزوجل انہیں یاد آ جاتا ہے' پھر وہ اس سے اپنے گناہوں اور قصوروں کی معافی چاہتے ہیں' اور کون ہے اللہ عزوجل کے سوا جو بخشے گناہوں کو (اور پھر وہ اس گناہ سے باز رہتے ہیں) اور دیدہ ودانستہ اس پر اصرار نہیں کرتے (اور اس کو اپنی عادت نہیں بناتے)"۔

☆ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۞﴾ (الاعراف:۲۰۱)

"جن بندوں کے دلوں میں تقویٰ ہوتا ہے ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ جب کبھی شیطان کی

طرف سے ان کو کوئی چرکہ لگتا ہے (اور وہ خبیث ان پر کمند ڈالتا ہے) تو فوراً چوکنے ہو جاتے ہیں اور ان کی (ایمانی) بصیرت بیدار ہو جاتی ہے (اور پھر وہ اس کے جال سے نکل جاتے ہیں)۔''

☆ ﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۞ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ۞ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ۞ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۞ وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّاۗىِٕلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۞﴾ (الذاریات:۱۵۔۱۹)

''یقیناً متقی لوگ (اُس روز) بہشتی باغات میں اور خوش منظر رواں چشموں میں رہیں گے۔ ان کا پروردگار جو خاص نعمتیں ان کو دے گا وہ ان کو خوشی خوشی لے رہے ہوں گے۔ وہ اس روز کے آنے سے پہلے اچھے کام کرنے والے تھے' یہ راتوں کو تھوڑا سوتے تھے (اور زیادہ وقت نماز اور ذکر ودعا وغیرہ میں گزارتے تھے) اور سحر کے وقتوں میں پھر اللہ عزوجل سے معافی اور بخشش کی دعائیں مانگتے تھے۔ اور ان کے مالوں میں حصہ تھا ضرورت مندوں' سائلوں اور ہارے ہوئے آفت رسیدوں کا۔''

☆ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۞﴾ (الحُجرات:۳)

''جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے حضور میں (ازراہِ ادب) دبی آواز سے بولتے ہیں وہی ہیں جن کے دلوں کو اللہ عزوجل نے جانچ کر انتخاب کرلیا ہے تقویٰ کے لئے' ان کے لئے اللہ عزوجل کی معافی ہے اور ثوابِ عظیم ہے''۔

☆ ﴿وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۭ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۞﴾ (الانعام:۳۲)

''دنیا کی زندگی تو بس ایک کھیل اور تماشے کے سوا کچھ نہیں' اور تقویٰ رکھنے والوں کے حق میں یقیناً آخرت ہی کا گھر کہیں بہتر ہے' تو کیا تم لوگ عقل سے کام نہیں لیتے؟''

ان تمام آیات مبارکہ ومقدسہ کو سامنے رکھتے ہوئے اور ان کے مطالعہ ومشاہدہ کے بعد ہمارے اذہان میں متقی زندگی گزارنے کا مکمل وبھرپور نقشہ مرتب ہو جاتا ہے' تقویٰ کا مفہوم بخوبی واضح ہو جاتا ہے اور ایک مکمل تصویر تیار ہو جاتی ہے۔ مبارک باد کے مستحق ہیں وہ لوگ جن کی زندگی کی بنیادیں تقویٰ پر ہیں۔ وہی اللہ عزوجل کے

دوست و رفیق ہیں' پیارے ہیں' اللہ عزوجل کی محبت کے مستحق اور اصل حقدار ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو دنیا میں بھی کامیاب و کامران ہیں اور آخرت میں ان کے لئے ان کے رب کے پاس اس سے کہیں بہتر اور بڑھ کر اجر موجود ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے درجات اللہ عزوجل کے یہاں بہت بلند ہیں۔ یہ اللہ عزوجل کے مقرب ہیں اور ہر موقع' ہر مقام پر سرخرو ہونے والے ہیں! اللھم ربنا اجعلنا منھم —— آمین یا رب العالمین OO

قرآن کی عظمت
اور اس کی بنیادی تعلیمات

ابوظہبی پروگرام-1985

مقرر: ڈاکٹر اسرار احمد

(بانی تنظیم اسلامی)

اب VCDs میں دستیاب ہیں

عنوانات

❁ عظمت قرآن ❁ راہ نجات ❁ حقیقت ایمان

❁ عمل صالح ❁ تواصی بالحق ❁ تواصی بالصبر

❁ حقیقت نفاق ❁ حقیقت و اقسام شرک ❁ اقامت دین

کل سی ڈیز : 21

قیمت فی سیٹ : -/840 روپے

ملنے کا پتہ: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن

36 کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ فون: 03-5869501

www.tanzeem.org e-mail: info@tanzeem.org

خاندانی منصوبہ بندی (ضبطِ تولید)

مسلم دنیا کے خلاف مغرب کا تباہ کن ہتھیار

تحریر: جسٹس (ر) ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن

خاندانی منصوبہ بندی (فیملی پلاننگ' ضبط ولادت' جو برتھ کنٹرول کے نام سے مشہور رہا ہے) کا موضوع دَورِ ایوبی سے ہمارے ملک میں زیر بحث بنا ہوا ہے۔ موجودہ حکومت کے عہد میں شاید عوامی ردّعمل کے خوف سے اس کا نام بدل کر ''بہبودِ آبادی'' رکھ دیا گیا ہے' لیکن اس کے اغراض و مقاصد کم وبیش وہی ہیں جو آج سے چالیس سال پہلے تھے۔

ضبط ولادت کے دو پہلو ہیں' ایک انفرادی اور دوسرا اجتماعی۔ جہاں تک انفرادی پہلو کا تعلق ہے' اسلام بعض صورتوں میں اس کی اجازت دیتا ہے' لیکن اجتماعی طور پر ایک منصوبہ بندی کے تحت یہ عمل اسلام کی روح اور مزاج کے خلاف ہے۔ یہی بات مجھ سے عالم اسلام کے مشہور عالم الشیخ مصطفیٰ زرقا نے تقریباً بیس سال قبل ایک عالمی کانفرنس کے دوران ایک نجی ملاقات میں میرے سوال کے جواب میں کہی تھی۔

میرے اسلام آباد میں بحیثیت چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل (۸۴۔۱۹۸۰ء) و چیف جسٹس پاکستان فیڈرل شریعت کورٹ (۹۲۔۱۹۹۰ء)' چھ سالہ قیام کے دوران میرے علم میں کئی مرتبہ یہ بات آئی کہ اقوامِ متحدہ اور بعض دیگر مغربی ممالک نے مرکزی حکومت کو تین مدّوں کے لئے خاص طور پر فنڈز فراہم کئے ہیں۔

۱) فیملی پلاننگ ۲) قادیانیت ۳) پاکستانی خواتین

ظاہر ہے کہ مغربی استعماری طاقتوں کی ان تین موضوعات سے متعلق خصوصی ''عنایات'' بے سبب نہیں ہوسکتیں۔ علاوہ ازیں بیجنگ اور قاہرہ میں گزشتہ دہائی میں جو دو

عالمی کانفرنسیں منعقد ہو چکی ہیں وہ بھی ان ''عنایات'' کے مقاصد کو خوب واضح کرتی ہیں۔

ضبط تولید قرآن حکیم کی روشنی میں

قرآن حکیم کی نظر میں ضبط تولید ناجائز ہے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے:

﴿نِسَآءُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۠ فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۡ﴾ (البقرة:۲۲۳)

''تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں' سو اپنی کھیتی میں جب چاہو آؤ''۔

اس آیت سے اس امر کا جواز تو مل سکتا ہے کہ اگر کسی شخص کو اپنی ذاتی وجہ کے تحت اولاد کی ضرورت نہ ہو تو وہ اپنی بیوی سے جنسی تعلق قائم نہ کرے' لیکن یہ آیت اس بات کو سختی سے رد کرتی ہے کہ کھیتی میں جانے کی اجازت تو اس آیت سے لے لی جائے لیکن کھیتی میں بیج ڈالنے کے بجائے بیج کو کھیتی سے باہر پھینک دیا جائے' تاکہ فصل کی دیکھ بھال سے جان چھوٹ جائے۔

قرآن کریم نے نکاح کے سلسلے میں اس امر کو شامل ہی نہیں کیا کہ مَرد کسی بھی تدبیر سے ایسی صورت اختیار کریں جس سے ان کا مقصد یہ ہو کہ تخلیقی مادہ (مادۂ منویہ) بہا دیا جائے اور اس سے تحفظ نسل نہ ہو سکے۔ مَردوں اور عورتوں دونوں کو یہ اندازِ فکر و عمل اختیار کرنے سے روک دیا گیا ہے۔

قرآن مجید کی متعدد آیات سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ نسل انسانی کی کثرت اور قیامت تک اس زمین کو انسانوں سے آباد کرنا نکاح کا اصل مقصد ہے۔ اور اس مضمون کی احادیث تو صاف وصریح موجود ہیں اور آنحضرت ﷺ نے ''تَزَوَّجُوْا'' کے حکم کے ساتھ یہ بھی اضافہ فرمایا کہ 'الوَدُودَ الوَلُودَ ''یعنی ایسی زوجہ ہو جو محبت کرنے والی اور اولاد جننے والی ہو۔

ضبط تولید کی وکالت کرنے والوں کے پاس مضبوط ترین دلیل یہ ہے کہ آبادی بڑھنے سے وسائل رزق آبادی کے مقابلے میں کم پڑتے چلے جائیں گے۔ نزولِ قرآن کے وقت جو لوگ اولاد کو پیدا ہوتے قتل کر ڈالتے تھے (کیونکہ ان کے پاس مانع حمل ادویات و آلات نہیں رہتے تھے) وہ بھی اس دلیل کا سہارا لیتے تھے۔ قرآن کریم نے

براہِ راست اس دلیل کی جڑ کاٹی اور فرمایا:

﴿وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ﴾ (الانعام:۱۵۲)

''اور افلاس کی وجہ سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو' ہم ہی رزق دیتے ہیں تم کو بھی اور اُن کو بھی۔''

﴿وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ﴾ (بنی اسراء یل : ۳۱)

''اور افلاس کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو' ان کو بھی اور تم کو بھی ہم ہی رزق دیتے ہیں۔''

یہاں قتل اولاد سے مراد بلاشبہ زندہ اولاد کو قتل کرنا ہے' مگر معنًا (by implication) اس میں Sterilization کے ذریعے اولاد کو پیدا نہ ہونے دینا بھی ہے' کیونکہ دونوں کے محرکات ایک جیسے ہیں۔

کثرتِ آبادی کو روکنے کی غرض سے یہ ضبط تولید اسلام سے بے بہرہ افراد کو بہت مستحسن معلوم ہوتا ہے۔ان کی اس روش پر قرآن کا تبصرہ ملاحظہ کیجئے۔ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَاؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ﴾ (الانعام:۱۳۸)

''اور اس طرح مشرکین کے معبودوں نے ان کے لئے قتل اولاد کو مستحسن بنا رکھا ہے تاکہ ان کو برباد کیا جائے اور ان کے طریقے کو ملتبس (حق و باطل کا خلط ملط ہو جانا) کر دیا جائے۔''

﴿اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ﴾ (البقرۃ:۲۶۸)

''شیطان تمہیں تنگیٔ رزق کا نام لے کر ڈراتا ہے''۔

ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ یہ نقصان میں رہیں گے' کیونکہ یہ لوگ بڑھتی ہوئی آبادی کے لئے مزید وسائل رزق پیدا کرنے کے بجائے اپنی آبادی کم کرنے بیٹھ گئے۔

﴿قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ﴾ (الانعام:۱۴۱)

''وہ لوگ نقصان میں رہے جنہوں نے بغیر علم کے حماقت کے طور پر اپنی اولاد کو

قتل کیا اور اللہ کے رزق کو اپنے اوپر حرام کر لیا۔''

حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی ایک حدیث مبارکہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ((اَنْ تَدْعُوَ لِلّٰهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ)) ''یہ کہ تو کسی کو اللہ کا نظیر و مثیل قرار دے حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا''۔ اس نے پھر پوچھا کہ اس کے بعد کون سا گناہ بڑا ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: ((اَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ مَخَافَةَ اَنْ يَّطْعَمَ مَعَكَ)) ''کہ تو اپنے بچے کو قتل کر دے اس خیال سے کہ وہ تیرے کھانے میں شریک ہو گا''۔ اس نے عرض کیا اس کے بعد کون سا گناہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ((اَنْ تُزَانِيَ حَلِيْلَةَ جَارِكَ)) ''یہ کہ تو اپنے ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرے''۔ (۱)

ضبط تولید کے طریق کار کا مطالعہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے مرد و عورت کے درمیان حیا اور شرم ختم ہو جاتی ہے اور ان میں اختلاط جنس کا رجحان بڑھ جاتا ہے۔ معاشرے میں فحاشی عام ہو جاتی ہے۔ مغربی مفکرین ضبط تولید کے اس نتیجے کو تسلیم کرتے ہیں:

''دوسری عالمگیر جنگ کے بعد جنسی رویہ میں اہم تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں۔ مغربی معاشروں میں یہ خصوصیت پیدا ہوئی ہے کہ نوجوانوں خصوصاً لڑکیوں میں جنسی تعلقات کی عام اجازت کا رجحان بڑھ گیا ہے۔ وسیع طور پر مہیا ہونے والے مانع حمل طریقوں نے مسرت حاصل کرنے کے ایسے اصولوں میں قوت پیدا کر دی ہے' جن کی رو سے عورت و مرد کی عصمت و عفت کا تصور غیر فطری ہے اور شادی کے علاوہ مکمل جنسی تجربات ایک عام اور بنیادی چیز ہے''۔ (۲)

الیکٹرونک میڈیا' اور اب تو پرنٹ میڈیا بھی جس طرح اس دوڑ میں شامل ہو گیا ہے' آج کل بے حیائی کے دیو کو کھل کھیلنے کا موقع مل گیا ہے۔ چنانچہ مغربی تہذیب کے مفکرین نے جب اپنی ثقافت کا تجزیہ کیا تو وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ:

''مغربی ثقافت جنسی تسکین کی اہمیت پر زور دیتی ہے''۔

(۱) ملاحظہ ہو صحیح البخاری ومسلم و ترمذی و مسند احمد بن حنبل

(۲) انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا۔ پندرھواں ایڈیشن' طبع ۱۹۸۰ء' ج ۱۹' ص ۱۰۹۵

چونکہ معاشرتی ذمہ داریاں (بچوں کی پیدائش' پرورش اور تعلیم و تربیت) جنسی تسکین کی راہ میں حائل ہوتی تھیں' اس لئے ایسا طریقہ اختیار کیا گیا جس سے جنسی تسکین بھی ہو جائے اور معاشرتی ذمہ داریوں سے بھی جان چھوٹ جائے۔ معاشرتی ذمہ داریوں سے گلوخلاصی جنسی تسکین کے نام پر ہوتی تو ضمیر ملامت کرتا' اس لئے ضبط تولید کو خاندانی منصوبہ بندی کی صورت دے دی گئی (جسے اب ''بہبود آبادی'' کا خوبصورت نام دیا گیا ہے) اور انسانیت کو فاقہ کشی سے بچانے کے بہانے اس کی نسل کشی کی جانے لگی۔ لیکن اس سے جس قدر معاشرتی الجھنیں پیدا ہو رہی ہیں اس کا اندازہ لگانے کے لئے خود یورپی مفکرین کی آراء ملاحظہ ہوں:

''ایک عام شادی شدہ جوڑے کو صاحب اولاد ہونا چاہئے۔ جو لوگ اولاد کو مؤخر کرتے ہیں بعد میں انہیں اس پر نادم ہونا پڑتا ہے۔ لاولد شادیاں نت نئے مسائل کو جنم دیتی ہیں۔ زوجین خواہ ایک دوسرے سے مطمئن ہی ہوں' وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان پر شدید قسم کی بدمزگی اور بے کیفی مسلط ہو جاتی ہے' گویا کہ وہ اپنے سفر کے اختتام پر پہنچ گئے ہوں ...... ضبطِ ولادت سے عورت کی مادری جبلت کا گلا گھونٹ دیا جاتا ہے جس سے اس کا نظامِ اعصاب پراگندہ ہو سکتا ہے' اس کی صحت تباہ ہو سکتی ہے اور زندگی میں اس کی تمام خوشیاں اور دلچسپی خاک میں مل سکتی ہے'' ...... ''طلاق کی شرح سب سے زیادہ ان خاندانوں میں ہے جن میں شادی کا نتیجہ اولاد سے محرومی اور بچوں کی تعداد میں کمی ہے''۔ (1)

''اسقاطِ حمل کے بعد انسان میں جرم کا احساس' جنسی تعلقات میں بگاڑ اور ذہنی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ مطالعہ بتاتا ہے کہ اسقاطِ حمل کراتے والی عورتوں کی زیادہ تعداد حالات کے ساتھ مطابقت نہیں کر پاتی۔ یوگوسلاویہ میں ایک مطالعہ کے دوران یہ بات سامنے آئی ہے کہ اسقاط کرانے والی صرف ۲۴ فیصد عورتیں نارمل رہ سکیں''۔ (۲)

یہ امر قابل ذکر ہے کہ جن بچوں کو دوسرے بہن بھائیوں کے ساتھ رہنے سہنے

---

(1)Alexander James N., The Psychologist Magazine, June 1961, p.5. (بحوالہ ضبط ولادت از مولانا مودودیؒ' ص ۴۰' ۱۹۶۸ء)

(2) Encyclopedia Britannica, 15th Ed., Vol.2, p.1069

کھیلنے کودنے اور معاملت کرنے کا موقع نہیں ملتا وہ انسانیت کے اعلیٰ خصائص سے محروم ہو جاتے ہیں۔

اسلامی معاشرہ جنسی تسکین کے لئے ازدواجی ذرائع مہیا کرتے ہوئے غیر ازدواجی ذرائع کی انتہائی سختی کے ساتھ حوصلہ شکنی کرتا ہے' جبکہ ضبط تولید کے ذریعے غیر ازدواجی ذرائع کی بالواسطہ اور بلاواسطہ دونوں طریقوں سے حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور جنسی انارکی عام ہو جاتی ہے۔ ایڈز کا مہلک مرض جو کینسر کی طرح دنیا میں پھیل رہا ہے' وہ کم وبیش اسی جنسی انارکی کا نتیجہ ہے۔ روزنامہ اسلام کراچی کی اشاعت (۷ر ستمبر ۲۰۰۲ء) کے مطابق ''چین کی وزارتِ صحت نے اس بات کا اعتراف کر لیا ہے کہ چین میں ایڈز کا مرض تیزی سے بڑھتا جا رہا ہے۔ ترجمان کے مطابق اس وقت چین میں دس لاکھ سے زائد افراد اس موذی مرض کا شکار ہو چکے ہیں''۔

راقم الحروف کے نزدیک ایڈز کی بیماری مغربی دنیا میں بڑھتی ہوئی اباحت پسندی' فحاشی' زناکاری' مرد وزن کا بے محابا اختلاط' والدین کا اپنے نوعمر بچوں کو فرینڈز بنانے اور جنسی تعلق قائم کرنے سے تنبیہ کرنا قابل سزا جرم قرار دیا جانا' مخلوط طرزِ معاشرت' مخلوط تعلیم' صنعتی اور تجارتی اداروں میں مخلوط ملازمتیں و خدمات' دینی و مذہبی تعلیم سے بے زاری' مخلوط کھیل اور تفریح کے مقامات پر آزادانہ مخلوط میل جول' تہذیب نو کی چمک دمک اور معیارِ زندگی بلند کرنے کا دیوانگی کی حد تک بڑھا ہوا شوق اس کے اسباب میں شامل ہیں' جن میں حکومتوں کے نافذ کردہ قوانین نہایت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

پاکستان میں (اور یہی بات بعض دوسرے ممالک میں بھی صادق آتی ہے) کنٹراسیپٹیوز اور مانع حمل ٹیکے اور گولیوں کے بڑھتے ہوئے استعمال کی ایک بہت بڑی وجہ یہ ہے کہ ہمارے مردوں کا ایک قابل ذکر حصہ بہتر زندگی گزارنے کی خواہش میں یورپ' امریکہ' خلیجی اور دوسرے ممالک چلا جاتا ہے' جب کہ اس کے بیوی بچے اپنے ممالک میں رہتے ہیں' جس کی وجہ سے عورت اپنی جنسی خواہشات کی تکمیل کے زیر اثر بے راہ روی اختیار کرتی ہے اور اپنی اس بے راہ روی کے اثرات کو چھپانے کے لئے مانع حمل ٹیکے اور گولیاں استعمال کرتی ہے۔ ان مانع حمل ٹیکوں اور گولیوں کے استعمال

کے اثرات کے بارے میں اوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔

چنانچہ اسلامی معاشرہ ضبط تولید کو اس کے ہمہ گیر برے اثرات کے پیش نظر ہرگز برداشت نہیں کر سکتا۔ بلکہ کوئی بھی ایسا معاشرہ جو جلد تباہ نہ ہونا چاہتا ہو' ضبط تولید کے تباہ کن معاشرتی نتائج سے صرفِ نظر نہیں کر سکتا۔ پاکستان میں جو لوگ ضبط تولید کی حمایت کرتے ہیں وہ حقیقتاً مغربی ثقافت کے اتباع میں جنسی تسکین کو اہمیت دیتے ہیں۔ اور اس مذموم جذبے کی شدت قرآن کریم کے الفاظ میں یہ صورت پیدا کرتی ہے:

﴿وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ۝﴾ (یٰسٓ:۹)

''اور ہم نے ایک دیوار ان کے سامنے اور ایک دیوار ان کے پیچھے بنا دی ہے' سو اس طرح ہم نے ان کو ہر طرف سے ڈھانپ دیا ہے۔ لہٰذا اب وہ (حقیقت) نہیں دیکھ سکتے۔''

اور جنسی جذبات کی شدت نے ان کا یہ حال کر دیا ہے کہ:

﴿اِنَّا جَعَلْنَا فِيْۤ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ۝﴾ (یٰسٓ:۸)

''اور ہم نے ان کی گردنوں میں ٹھوڑیوں تک طوق ڈال دیئے ہیں جس سے ان کے سر اوپر اٹھے ہوئے ہیں''۔

اس مضحکہ خیز حالت میں وہ غیر اسلامی نظریات کے پیچھے بگٹٹ دوڑے چلے جا رہے ہیں' سر اوپر اٹھے ہوئے ہونے کی وجہ سے وہ دیکھ بھی نہیں سکتے کہ وہ سامنے آنے والی تباہی کے کس گڑھے میں گرنے والے ہیں اور پاکستانی معاشرے کو بھی اپنے ساتھ تباہ کرنا چاہتے ہیں۔

مغربی ممالک ہمیں اس شرط پر امداد (aid) دیتے ہیں کہ ہم اپنے ملک کی آبادی کو کنٹرول کریں گے۔ کیونکہ انہیں پتہ ہے کہ اگر مسلم ممالک کی آبادی کنٹرول نہ کی گئی تو یہ ہمیں کنٹرول کر لیں گے۔ اس لئے یہ ہمیں ڈراتے رہتے ہیں کہ آبادی میں اضافہ ہوتا رہا تو موجودہ وسائل ناکافی ثابت ہوں گے' جبکہ عالمی بینک کی ورلڈ ڈیویلپمنٹ رپورٹ

کے مطابق آئندہ پچاس برسوں میں دنیا کی مجموعی آبادی ۹ ارب جبکہ پیداوار ۱۴۴۰ کھرب ڈالر ہو جائے گی یعنی آبادی میں صرف ۵۰ فیصد جبکہ پیداوار میں ۴ گنا اضافہ ہو گا۔ غالباً یہی وجہ ہے جو مغربی ممالک ہمیں آبادی میں اضافے سے روکنے پر اپنا تمام زور صرف کر رہے ہیں' کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ آبادی ڈیڑھ گنا بڑھے گی تو پیداوار ۴ گنا بڑھے گی' لیکن ہمارے ملک کے حکمرانوں کو چونکہ صرف فیملی پلاننگ کے نام پر ملنے والے فنڈز سے دلچسپی ہوتی ہے' لہٰذا وہ بھی ہر وقت یہی راگ الاپتے رہتے ہیں کہ ''بچے دو ہی اچھے'' (اور بچے پوچھتے رہتے ہیں کہ ابو کون سے والے دو اچھے؟) اور آخر کار حکومت فنڈز (کا بڑا حصہ) ہڑپ کر کے فیملی پلاننگ میں ناکام ہو جاتی ہے۔ (۱)

اللہ تعالیٰ نے پاکستان کو تمام تر مادّی وسائل سے نوازا ہے' اب یہ ہمارا کام ہے کہ ہم اپنی محنت اور دیانت سے ان وسائل سے فائدہ اٹھائیں' زمینوں کے سینے چیر کر اس سے معدنی دولت حاصل کریں' مگر ہم نے محنت و دیانت کا مظاہرہ نہ کیا' نتیجتاً آج ہم بھیک کے ٹکڑوں پر اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پال رہے ہیں اور اربوں ڈالر قرضوں کے بوجھ تلے پوری قوم دبی ہوئی ہے' جس سے نکلنے کی کوئی سبیل نہیں کی جاتی۔ یہ قرضے روز بروز بڑھتے جا رہے ہیں اور ہماری آزادی سرمایہ دار ممالک اور مالیاتی اداروں کے ہاتھوں گروی رکھی جا چکی ہے۔

اپنے مادّی وسائل کو اپنے ہاتھوں تباہ کرنا ایک انتہائی افسوس ناک عمل ہے' لیکن اس سے زیادہ افسوس ناک بات یہ ہے کہ ہم اپنے انسانی وسائل کا گلا خود اپنے ہاتھوں گھونٹ دیں۔

مسیحی دنیا کے پیشوا پاپائے روم کا فرمان: ''زیادہ بچے پیدا کریں''

بی بی سی نے اپنی ویب سائٹ پر ایک رپورٹ جاری کی ہے جس میں پوپ جان پال دوم کے حوالے سے کہا گیا ہے کہ یورپین زیادہ بچے پیدا کریں۔ بی بی سی کے مطابق ''رومن کیتھولک چرچ کے سربراہ پوپ جان پال دوم نے اطالوی پارلیمنٹ

(۱) روزنامہ اسلام کراچی' ۹ ستمبر ۲۰۰۲ء

سے پہلا خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ اپنی مسلسل گرتی ہوئی شرح پیدائش کو بہتر بنانے کے لئے مزید بچے پیدا کریں۔ انہوں نے اٹلی میں گرتی ہوئی شرح پیدائش کو ایک بحران سے تعبیر کیا ہے اور کہا ہے کہ ''سیاست دانوں کو ایسے اقدام کرنے چاہئیں جن کے نتیجے میں سماجی اور معاشی طور پر ماں باپ بننا سہل ہو سکے''۔

یہ بات ڈھکی چھپی نہیں کہ عالمی ادارے صرف مسلم ممالک میں تخفیف پیدائش کے پروگرام چلاتے ہیں تاکہ مسلمانوں کی آبادی کو کم سے کم کیا جا سکے اور خود اپنے سیاست دانوں کو زیادہ بچے پیدا کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ پاکستان کے گلی گلی' کوچے کوچے میں خاندانی منصوبہ بندی کے مراکز کھلے ہوئے ہیں' غیر ملکی این جی اوز گھر گھر جا کر خواتین کو کم بچے پیدا کرنے کا مشورہ دیتی ہیں۔ کبھی ''ساتھی'' کا دور دورہ تھا' آج کل ''سبز ستارہ'' چہار سو جگمگا رہا ہے۔ ٹی وی پر خاندانی منصوبہ بندی کے فحش اشتہارات کی بھرمار رہتی ہے۔ مغرب کی منافقت دیکھئے کہ خود اپنے ہاں زیادہ بچے پیدا کرنے کی حوصلہ افزائی کی جا رہی ہے جبکہ مسلم ممالک میں ''منصوبہ بندی'' کو فروغ دینے کے منصوبے بنائے جاتے ہیں۔[1]

نتیجۂ فکر

مندرجہ بالا دلائل کی روشنی میں بآسانی اس نتیجہ پر پہنچا جا سکتا ہے کہ پاکستان میں ضبط تولید (خاندانی منصوبہ بندی یا بہبودِ آبادی) کی سرکاری سطح پر مہم نہ صرف اسلام کے منافی ہے بلکہ پاکستانی معاشرے کے لئے سخت تباہ کن ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ سرکاری سطح پر ضبط تولید کی تشہیر بند کی جائے اور معاشی منصوبہ بندی میں سے ضبط تولید کا پروگرام خارج کیا جائے۔

میں اپنے اس مقالے کو (جو نہ چاہتے ہوئے بھی ذرا طویل ہو گیا ہے) ''نئے مفتیٔ اعظم پاکستان' جنرل پرویز مشرف صاحب'' کے اس گمراہ کن (misleading) فتوے پر ختم کرتا ہوں' جو انہوں نے جولائی ۲۰۰۲ء میں پاکستان میں منصوبہ بندی کی ایک مختصر بلکہ مخصوص سالانہ تقریب میں (جو غالباً ہر سال ۱۲ جولائی کو انٹرنیشنل ایسوسی

---

(۱) اقتباس روزنامہ اسلام' کراچی

ایشن فار فیملی پلاننگ / پاپولیشن ویلفیئر ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام اس کے ممبر ممالک میں منعقد کی جاتی ہے) یہ فتویٰ صادر فرمایا تھا کہ ''ضبط ولادت اسلام میں جائز ہے''۔ یوں تو جنرل صاحب نے اپنے سر پر مختلف پگڑیاں باندھ رکھی ہیں' مثلاً کمانڈر انچیف' چیف ایگزیکٹو' صدر پاکستان' چیئر مین نیشنل سیکورٹی کونسل اور ابھی کچھ عرصہ تک چیئر مین جوائنٹ چیفس آف اسٹاف کمیٹی اور نہ جانے کیا کیا' لیکن اب انہوں نے نئے مفتیٔ اعظم پاکستان کا ''پگڑ'' بھی باندھ لیا ہے۔ خدا خیر کرے۔ ''النَّاس علٰی دینِ ملوکھم'' لوگ اپنے بادشاہوں کے دین (طور طریقے) پر ہوتے ہیں۔

اسلامی نظریاتی کونسل کا فیصلہ

آخر میں خاندانی منصوبہ بندی کے بارے میں اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان کے فیصلے کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ خاندانی منصوبہ بندی کا مسئلہ ۸۴-۱۹۸۳ء میں اسلامی نظریاتی کونسل کے زیر غور آیا تھا۔ اس زمانے میں راقم الحروف کونسل کا چیئر مین تھا۔ کونسل نے مسئلہ کے تمام پہلوؤں کا تفصیلی جائزہ لیا اور اس نتیجے پر پہنچی کہ:

۱) ضبط تولید جسے خاندانی منصوبہ بندی (اور اب جسے بہبودِ آبادی کا خوبصورت نام دیا گیا ہے) کو ریاست کی باقاعدہ پالیسی کے طور پر اپنانا اسلامی شریعت کے خلاف ہے۔

۲) ضبط تولید (برتھ کنٹرول) کی وجہ سے معاشرہ اعتقادی ارتداد' بے حیائی' قومی سطح پر جنسی بے راہ روی' ملکی دفاع اور معاشی ترقی کے لئے درکار افرادی قوت میں کمی کا شکار ہو جاتا ہے۔

۳) ضبط تولید (برتھ کنٹرول) سے نفسیاتی اور اعصابی تناؤ کے سبب بسا اوقات ماؤں اور بچوں کی صحت بھی متاثر ہوتی ہے۔

۴) البتہ ازروئے شریعت بعض صورتوں میں عزل ☆ کی جو اجازت انفرادی طور پر دی گئی ہے' وہ مندرجہ ذیل حالات کے پیش نظر ہے:

☆ عزل کے بارے میں جملہ روایات کو ملحوظ رکھتے ہوئے امام نوویؒ نے صحیح مسلم شریف کی شرح میں لکھا ہے کہ:

◀◀

ا) جبکہ حمل کا ٹھہرنا بیوی کی صحت کے لئے نقصان دہ ہو۔
ب) جبکہ بیوی بیمار ہو' اور حمل کے سبب اس کی بیماری میں اضافے کا اندیشہ ہو۔
ج) جبکہ ماں کا حاملہ ہونا' ماں کی چھاتی سے دودھ پیتے (موجود) بچے کی پرورش کے لئے نقصان دہ ہو۔

واضح رہے کہ ''رزق کی تنگی کا خوف'' (جس کو قرآن کے الفاظ میں ''خَشْیَۃَ اِمْلَاقٍ'' کہا گیا ہے) اسلام کے کسی دَور میں کبھی جائز سبب کے طور پر تسلیم نہیں کیا گیا۔ بلکہ یہ تصور ہی قرآن وحدیث کی تعلیمات کے خلاف ہے۔

کونسل نے اس دلیل کو رد کرتے ہوئے کہ آبادی میں اضافے سے قومی وسائل میں کمی واقع ہو جائے گی' یہ رائے ظاہر کی کہ یہ دلیل درحقیقت غلط ثابت ہو چکی ہے' لیکن مغربی پروپیگنڈا اپنی بدنیتی کے باعث تیسری دنیا کے ممالک بالخصوص مسلم اقوام کے خلاف بطورِ ہتھیار استعمال ہو رہا ہے۔

(موضوع سے متعلق چند اہم گوشوں سے آگاہی کے لئے ملاحظہ ہو راقم الحروف کا تحریر کردہ کتابچہ ''ضبط ولادت یا قتلِ انسانیت؟'' شائع کردہ اسلامک پبلیکیشنز' لوئر مال' کورٹ سٹریٹ' لاہور)

◀◀ "العزل مکروہ عندنا فی کل حال وفی کل امرأۃ سواء رضیت ام لا لانہ طریق الی قطع النسل ولھذا جاء فی الحدیث الآخر الوأد الخفی لانہ قطع طریق الولادۃ کما یقتل المولود بالواد"۔ (صحیح مسلم' مع شرح النووی' ج۲' ص ٤٦٤)

ترجمہ: ''ہمارے ہاں (یعنی علماء شافعیہ کے ہاں) عزل ہر حال میں اور ہر عورت کے ساتھ مکروہ ہے' خواہ وہ عورت عزل پر راضی ہو یا راضی نہ ہو۔ اس لئے کہ یہ نسل انسانی کو ختم کرنے کی ایک تدبیر ہے اور اس لئے ایک دوسری حدیث میں اس کو 'وأدِ خفی' (پوشیدہ طریقہ سے اولاد کو زندہ درگور کر کے قتل کرنا) فرمایا ہے۔ کیونکہ یہ بھی انسانی بچوں کی ولادت ختم کرنے کی ایک تدبیر ہے جس طرح کہ پیدا شدہ بچے کو وہ زندہ گاڑ کر قتل کیا کرتے تھے''۔

راقم الحروف کے نزدیک یہ قولِ فیصل ہے۔

امام یحییٰ بن آدمؒ

۱۴۰ھ ـــ ۲۰۳ھ

تحریر : عبدالرشید عراقی

خراج اسلامی حکومت کی آمدنی کا ایک اہم شعبہ ہے۔ اس کا قیام عہدِ رسالت میں ہو چکا تھا۔ عہد صدیقی میں اس میں کوئی خاص پیش رفت نہ ہوئی۔ عہد فاروقی میں اس شعبہ کو منظم کیا گیا اور اس کے بعد حالاتِ زمانہ کے مطابق اس میں اصلاح و ترقی ہوتی رہی' لیکن ۱۵۰ سال تک اس کا کوئی مکمل تحریری دستور مرتب نہ ہوا۔

۱۷۰ھ میں جب ہارون الرشید عباسی خلیفہ ہوا تو اس نے اس کی طرف توجہ کی اور قاضی ابو یوسف کو اس پر آمادہ کیا کہ وہ خراج سے متعلق ایک کتاب لکھیں۔ چنانچہ قاضی صاحب نے ''کتاب الخراج'' کے نام سے ایک کتاب لکھ کر ہارون الرشید کے سامنے پیش کی۔ امام ابو یوسف کے علاوہ خراج کے موضوع پر دوسرے علماء نے بھی کتابیں لکھیں ہیں' جن کی تفصیل یہ ہے: ☆ یحییٰ بن آدم کی ''کتاب الخراج'' ☆ ابن عبید کی ''کتاب الاموال'' ☆ ابن رجب کی ''استخراج احکام الخراج''۔

حالاتِ زندگی

امام یحییٰ بن آدمؒ کا سن ولادت ۱۴۰ھ اور سن وفات ۲۰۳ھ ہے۔ بتدائی تعلیم کہاں سے حاصل کی' اس بارے میں اربابِ سیر نے تصریح نہیں کی' لیکن حصولِ تعلیم کے لئے ان کا مکہ' مدینہ' کوفہ وحمص وغیرہ جانے کا ذکر تذکرہ نگاروں نے کیا ہے۔ جن اساتذہ سے امام یحییٰ بن آدم نے قرآن' حدیث' فقہ اور علومِ اسلامیہ میں استفادہ کیا ان کی فہرست طویل ہے۔ مشہور اساتذہ یہ ہیں: حماد بن سلمہ' سفیان ثوری' سفیان بن عیینہ' عبداللہ بن مبارک' فضیل بن عیاض' وکیع بن الجراح وغیرہم۔ جس طرح ان کے اساتذہ وشیوخ کی فہرست خاصی لمبی ہے اسی طرح ان کے تلامذہ کی فہرست بھی خاصی طویل ہے۔ مشہور تلامذہ یہ ہیں: اسحاق بن راہویہ' یحییٰ بن معین' احمد بن حنبل' سفیان بن وکیع بن الجراح' محمد بن عبداللہ بن مبارک وغیرہم۔

علم وفضل کے اعتبار سے امام یحییٰ بن آدم ممتاز مرتبہ ومقام کے حامل تھے۔ حافظ شمس

الدین ذہبی نے ان کو طبقہ سابعہ میں شمار کیا ہے۔اسی طبقہ میں امام شافعی' عبدالرحمٰن بن مہدی اور امام ابوداؤد طیالسی وغیرہ شامل ہیں۔امام ذہبی نے امام علی بن المدینی سے' جن کا شمار مشہور ائمہ حدیث میں ہوتا ہے' روایت کی ہے کہ حدیث کی سند کا مدار زیادہ تر چھ آدمیوں پر ہے۔اہل مدینہ میں ابن شہاب زہری' اہل مکہ میں عمرو بن دینار' اہل بصرہ میں قتادہ اور یحییٰ بن ابی کثیر' اہل کوفہ میں ابواسحاق اور اعمش۔ پھر ان چھ کا علم بارہ آدمیوں میں پھیلا۔اہل مدینہ میں امام مالک اور ابن اسحاق' اہل مکہ میں ابن جریج اور ابن عیینہ' اہل بصرہ میں سعید بن ابی عروبہ وحماد بن سلمہ وابوعوانہ وشعبہ ومعمر' اہل کوفہ میں سفیان ثوری' اہل شام میں امام اوزاعی اور واسط میں ہشیم۔پھر ان ائمہ کا علم تین آدمیوں یحییٰ بن سعید القطان' یحییٰ بن زکریا اور وکیع بن الجراح میں سمٹ آیا۔اور پھر ان تینوں سے یہ امانت عبداللہ بن مبارک' عبدالرحمٰن بن مہدی اور امام یحییٰ بن آدم کی طرف منتقل ہوئی۔(تذکرۃ الحفاظ' ج ۱' ص ۲۳۰)

امام یحییٰ بن آدم کے ثقہ وثابت ہونے پر ائمہ حدیث اور تذکرہ نگار متفق ہیں۔ائمہ حدیث کی متفقہ رائے ہے کہ امام یحییٰ بن آدم ثقہ' صدوق' ثابت' حجت اور قابل اعتماد تھے۔(تہذیب التہذیب' ج ۱' ص ۱۰۵) امام یحییٰ بن آدمؒ سیرت وکردار کے اعتبار سے ممتاز حیثیت کے حامل تھے۔دنیاوی جاہ وجلال سے کوئی تعلق نہیں تھا۔آپ نے چھ خلفاء کا زمانہ پایا' یعنی منصور' ہادی' مہدی' ہارون' امین' مامون' لیکن ان میں سے کسی خلیفہ کے دربار سے تعلق نہیں رکھا اور نہ حکومت کا کوئی عہدہ قبول کیا۔

مسلک

امام یحییٰ بن آدم کے زمانہ تک تقلید شخصی کا دَور شروع نہیں ہوا تھا۔علمائے کرام کتاب وسنت اور آثارِ صحابہ کی روشنی میں اپنی بصیرت کے مطابق فتویٰ دیتے تھے۔امام یحییٰ بن آدم بھی قرآن وحدیث اور آثارِ صحابہ کی روشنی میں فتویٰ دیتے تھے اور مسائل میں ان کا نقطۂ نظر محدثانہ تھا۔

تصانیف

امام نوویؒ نے ''تہذیب الاسماء'' میں ان کی صرف ایک تصنیف ''کتاب الخراج'' کا ذکر کیا ہے۔حافظ ذہبی نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں انہیں ''**ھو صاحب التصانیف**'' لکھا ہے۔ابن ندیم نے ''الفہرست'' میں کتاب الخراج کے علاوہ ان کی دو اور کتابوں 'کتاب الزوال' اور 'کتاب الفرائض' کا ذکر کیا ہے۔

تعارف وتبصرۂ کتب

تبصرہ نگار: پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

(۱)

نام کتاب : سیرت النبی ﷺ (کے مختلف پہلوؤں پر محققانہ قول فیصل)
مصنف : قاضی محمد حمید فضلی
ضخامت: 370 صفحات ...... قیمت: 150 روپے
ملنے کے پتے: ☆ ادارہ فیوضات مجددیہ' خانقاہ فضلیہ' شیر گڑھ' مانسہرہ
☆ صفہ اکیڈمی' مدینہ مارکیٹ' دوبئی چوک لاہور کینٹ

قاضی محمد حمید فضلی معروف عالم دین ہیں۔ دینی تعلیم پر مشتمل ماہنامہ ''فیض'' ان کی ادارت میں شائع ہوتا ہے۔ زیر تبصرہ کتاب میں فاضل مصنف نے سیرت النبی ﷺ سے متعلقہ تین امور پر اپنی تحقیق پیش کی ہے۔ پہلی یہ کہ حضور ﷺ کا سایہ تھا یا نہیں۔ اس سلسلہ میں قاضی عبد الدائم دائم مدیر ماہنامہ ''جام عرفان'' نے فضلی صاحب سے استفسار کیا تو ان کے جواب میں انہوں نے جو تحقیق پیش کی وہ اس کتاب میں شامل ہے۔ اسی طرح ایک خاندانی متعلق کے سوال پر مصنف نے رسول اللہ ﷺ پر جادو ہونے کے سلسلہ میں جو تحقیق کی وہ بھی اس کتاب میں شامل ہے۔ مصنف کی تیسری تحقیق تشہد میں دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت کے اٹھانے سے متعلق ہے جس کے بارے میں ایک معروف عالم دین غلام رسول سعیدی صاحب نے مسلم شریف کی شرح میں حضرت مجدد الف ثانی سے اختلاف کیا ہے۔

ان تینوں مسائل میں مصنف نے بڑی تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے اور ہر ایک کے بارے میں اپنی تحقیق پیش کر کے قول فیصل واضح کیا ہے۔ تحقیق واقعی پڑھنے کے قابل ہے' البتہ اپنے سے اختلاف رکھنے والے علماء کی آراء اور دلائل کو رد کرنے کے سلسلہ میں مصنف متانت اور سنجیدگی کا دامن نہیں تھام سکے' بلکہ جارحانہ اور تضحیک آمیز الفاظ استعمال کیے ہیں جو پر تاثیر الفاظ کو بھی غیر مؤثر کر دیتے ہیں۔

کتاب میں جابجا کمپوزنگ کی اغلاط ہیں جو مطالعہ کرنے والے کے لئے تکدر خاطر کا باعث بنتی ہیں۔ کتاب مضبوط جلد میں محفوظ کی گئی ہے اور ٹائٹل جاذب نظر ہے۔

(۲)

نام کتاب : حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (اور ان کی خلافت کا پس منظر)
مصنف : قاضی محمد حمید فضلی
ضخامت: 144 صفحات ...... قیمت :100 روپے
ملنے کا پتہ: ☆ ادارہ فیوضات مجددیہ' خانقاہ فضلیہ شیر گڑھ' ضلع مانسہرہ

خلیفہ راشد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی پر یہ ایک تحقیقی تحریر ہے جس میں آپ رضی اللہ عنہ کے سوانح اور فضائل کے ساتھ ساتھ اختلافی امور پر بھی اظہار خیال کیا گیا ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت سچی خلافت تھی جبکہ آپؓ کو غاصب سمجھنے والے صریحاً باطل پر ہیں۔

اس کتاب میں فاضل مصنف نے آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا پس منظر بیان کرتے ہوئے اس تمام صورتحال کا بے لاگ تجزیہ کیا ہے جو اس وقت پیش آئی۔ جن اصحاب نے فوری طور پر آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کے لئے ہاتھ نہ بڑھایا انہوں نے بھی جلد ہی آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو تسلیم کر کے دست تعاون دراز کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے موقع پر اور آپؓ کے عہد خلافت میں پیش آنے والے واقعات پر سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے۔ خاص طور پر ایسے واقعات جن کے بارے میں شکوک و شبہات پائے جاتے ہیں ان کا تفصیلی ذکر کے اصل صورت حال واضح کی ہے۔ ان واقعات میں حدیث قرطاس' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ کی کیفیت' آپ رضی اللہ عنہ کا انتخاب' مسئلہ فدک وغیرہ شامل ہیں۔

کتاب میں یارِ غارِ رسول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عشق رسول کا جابجا تذکرہ ہے کہ کس طرح انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپؐ کے فیصلوں اور پسند و ناپسند کو حد درجہ اہمیت دی۔

کتاب میں کمپوزنگ کی اغلاط موجود ہیں۔ ٹائٹل خوشنما اور جلد مضبوط ہے۔

(۳)

نام کتاب : خیالوں کی مہک
مصنف : عتیق الرحمٰن صدیقی
ضخامت: 224 صفحات ...... قیمت: 96 روپے
ناشر: مکتبہ نور اسلام' رحمٰن مارکیٹ' غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

عتیق الرحمٰن صدیقی تجربہ کار معلم اور منجھے ہوئے ماہر تعلیم ہیں۔ ان کے قلب وجگر جذبۂ حب الوطنی اور اُمت کی فلاح و بہبود کے احساس سے مملو ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں قلم وقرطاس کی صلاحیت سے نوازا ہے جسے مثبت انداز میں بروئے کار لاتے ہوئے انہوں نے اسلامی موضوعات پر مضامین لکھے ہیں جو مختلف جرائد ورسائل میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ ان مضامین پر مشتمل ایک مجموعہ قبل ازیں ''پھول پھول خوشبو'' کے نام سے کتابی شکل میں شائع ہو کر قبولِ عام حاصل کر چکا ہے۔ یہ کتاب بھی ان کے منتخب مضامین کا مجموعہ ہے جس میں اُسوہ وسیرت' عبادات' تعلیمات' قلم کی تقدیس' سیاسیات' اقامت دین اور اخلاقیات کے عنوانات کے تحت لکھے گئے مضامین یکجا کیے گئے ہیں۔

یہ مضامین مصنف کے خلوص واخلاص اور جذبۂ فکر وعمل کا مظہر ہیں۔ کتاب کی تقدیم ڈاکٹر محمد فاروق خان کی تحریر ہے جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ ''اگر مسلمانوں کے زوال کے بنیادی اسباب کا پتہ لگایا جائے تو وہ درحقیقت دو ہی ہیں' ایک سائنس اور ٹیکنالوجی سے غفلت اور دوسرا بنیادی اخلاقی اقدار واساسات میں انحطاط''۔ ڈاکٹر صاحب کا یہ تجزیہ صد فی صد درست ہے۔ اس کتاب کے مصنف نے ان دونوں اسباب کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اُمت مسلمہ کو بیداری کا پیغام دیا ہے اور اسلامی اخلاقی اقدار اپنانے پر زور دیا ہے۔ عام طور پر بگڑے ہوئے معاشرے میں مصلحین کی آواز صدا بہ صحرا ثابت ہوتی ہے' مگر مصنف کی تحریروں میں خلوص واخلاص نے وہ تاثیر پیدا کر دی ہے کہ یہ کتاب ہر طبقہ کے لوگوں کے لئے مفید اور کارآمد ثابت ہوگی۔

طالب علموں کے دل ودماغ جذب وقبول کی زیادہ صلاحیت رکھتے ہیں۔ اور پھر یہ بات بھی ضروری ہے کہ ان کو فضائل اخلاق کی تعلیم سے آراستہ کیا جائے' تاکہ بڑے ہو کر وہ قوم وملت کے لئے مفید شہری اور اُمت مسلمہ کے مقتدر فرد بن سکیں۔ یہ کتاب اس ضرورت کو پورا کرتی ہے۔ چنانچہ سکول وکالج کے طلبہ وطالبات کے لئے اس کتاب کے مطالعے کی ترغیب اچھے نتائج پیدا کرے گی۔

کتاب سفید کاغذ پر معیاری کمپوزنگ اور خوبصورت ٹائٹل کے ساتھ شائع کی گئی ہے اور حسنِ ظاہری وباطنی کا عمدہ نمونہ پیش کرتی ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمد کی ایک اہم تالیف

جسے بجا طور پر سلسلہ اقبالیات میں ''بقامت کہتر و لے بقیمت بہتر''
کی مصداق کامل قرار دیا جا سکتا ہے

علامہ اقبال اور ہم

مع

فکر اقبال کی روشنی میں حالاتِ حاضرہ کا جائزہ
اور ہماری قومی ذمہ داریاں

☆☆☆

❁ حیات و سیرتِ اقبال ❁ فلسفہ اقبال
❁ ملت اسلامیہ کے نام علامہ اقبال کا پیغام

از قلم : پروفیسر یوسف سلیم چشتی

☆☆☆

❁ اقبال اور قرآن ، از قلم: سید نذیر نیازی

قارئین کی سہولت کے لئے فارسی اشعار کا اردو ترجمہ بھی شامل کتاب کیا گیا ہے

قیمت : اشاعت خاص (سفید کاغذ' پائیدار و خوبصورت جلد) 72 روپے

اشاعت عام: (نیوز پیپر ایڈیشن) 30 روپے

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور' فون: 03-5869501' فیکس: 5834000